بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ الروم (30)

آیت نمبر (54 تا 60)

ترجمہ:

اللّٰہُ الَّذِیْ	خَلَقَکُمْ	مِّنْ ضُعْفٍ	ثُمَّ جَعَلَ	مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ	قُوَّۃً
اللہ وہ ہے جس نے	پیدا کیا تم کو	کمزوری سے (کمزور)	پھر اس نے بنایا	کمزوری کے بعد	قوت (طاقتور)

ثُمَّ جَعَلَ	مِنْۢ بَعْدِ قُوَّۃٍ	ضُعْفًا	وَّشَیْبَۃً ؕ	یَخْلُقُ	مَا	یَشَآءُ ۚ
پھر اس نے بنایا	قوت کے بعد	کمزوری	اور بڑھاپا	وہ پیدا کرتا ہے	وہ جو	وہ چاہتا ہے

وَھُوَ الْعَلِیْمُ	الْقَدِیْرُ ﴿۵۴﴾	وَیَوْمَ	تَقُوْمُ السَّاعَۃُ	یُقْسِمُ	الْمُجْرِمُوْنَ ۙ
اور وہ ہی جاننے والا ہے	قدرت والا ہے	اور جس دن	قائم ہوگی وہ گھڑی (قیامت)	قسمیں کھائیں گے	مجرم لوگ

مَا لَبِثُوْا	غَیْرَ سَاعَۃٍ ؕ	کَذٰلِکَ	کَانُوْا یُؤْفَکُوْنَ ﴿۵۵﴾	وَقَالَ الَّذِیْنَ	اُوْتُوا
(کہ) وہ نہیں ٹھہرے	سوائے ایک گھڑی کے	اس طرح	وہ الٹے پھیرے جاتے تھے	اور وہ لوگ کہیں گے جن کو	دیا گیا تھا

الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ	لَقَدْ لَبِثْتُمْ	فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ	اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ ز	فَھٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ
علم اور ایمان	یقیناً تم لوگ ٹھہر چکے ہو	اللہ کی کتاب (ریکارڈ) میں	اٹھائے جانے کے دن تک	تو یہ اٹھائے جانے کا دن ہے

وَلٰکِنَّکُمْ	کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾	فَیَوْمَئِذٍ	لَّا یَنْفَعُ	الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا
اور لیکن تم لوگ	نہیں جانتے تھے	تو اُس دن	نفع نہیں دے گی	ان کو جنہوں نے ظلم کیا

مَعْذِرَتُھُمْ	وَلَا ھُمْ	یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾	وَلَقَدْ ضَرَبْنَا	لِلنَّاسِ	فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ
ان کی معذرت	اور نہ وہ لوگ	منائے جائیں گے	اور بیشک ہم نے بیان کیا ہے	لوگوں کے لئے	اس قرآن میں

مِنْ کُلِّ مَثَلٍ ؕ	وَلَئِنْ جِئْتَھُمْ	بِاٰیَۃٍ	لَّیَقُوْلَنَّ	الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا	اِنْ اَنْتُمْ
ہر ایک (طرح کی) مثال	اور بیشک اگر آپؐ لائیں گے ان کے پاس	کوئی نشانی	تو لازماً کہیں گے	وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا	نہیں ہو تم لوگ

اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾	کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰہُ	عَلٰی قُلُوْبِ الَّذِیْنَ	لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾
مگر ناحق کرنے والے	اس طرح چھاپ لگا دیتا ہے اللہ	ان لوگوں کے دلوں پر جو	علم نہیں رکھتے

فَاصْبِرْ	اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ	وَّلَا یَسْتَخِفَّنَّکَ	الَّذِیْنَ	لَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع
پس آپؐ ثابت قدم رہیں	یقیناً اللہ کا وعدہ برحق ہے	اور ہرگز ہلکا نہ سمجھیں آپؐ کو	وہ لوگ جو	یقین نہیں رکھتے

نوٹ۔1

کسی کو اپنی قوت وصلاحیت اور اپنے اسباب و وسائل پر ناز نہیں ہونا چاہئے۔ جو کچھ بھی انسان کو ملتا ہے سب خدا (15:11) کا ہی دیا ہوا ملتا ہے پھر اسی کی طرف سب لوٹ جاتا ہے۔ تم اپنے وجود پر ہی غور کرو۔ اللہ تعالیٰ کمزور ناتواں حالت میں تم کو وجود بخشتا ہے۔ اسی کے بعد پھر جوانی کی توانائیاں اور صلاحیتیں عطا فرماتا ہے۔ اس کے بعد پھر بڑھاپے کی صورت میں ناتوانی کا دور عود کر آتا ہے۔ کسی کے امکان میں نہیں کہ اپنی جوانی اور طاقت کو برقرار رکھ سکے۔ (تدبر قرآن)

نوٹ۔2

آخری آیت کا مطلب یہ ہے کہ نہ کسی قیمت پر تمہیں خریدا جاسکے، نہ کسی فریب سے تمہیں پھسلایا جاسکے، نہ کوئی خطرہ یا نقصان تمہیں اپنی راہ سے ہٹا سکے اور نہ دین کے معاملہ میں کسی لین دین کا سودا تم سے چکایا جاسکے۔ یہ سارا مضمون اللہ تعالیٰ کے کلام بلاغت نظام نے اس ذرا سے فقرے میں سمیٹ دیا کہ ''یہ بے یقین لوگ تم کو ہلکا نہ پائیں۔'' (تفہیم القرآن)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ لقمان (31)

آیت نمبر 1 تا 11

ترجمہ:

الٓمّٓ ۚ ①	تِلْكَ	اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۙ ②	هُدًى وَّ رَحْمَةً	لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۙ ③
-	یہ	حکمت والی کتاب کی آیات ہیں	ہدایت اور رحمت ہوتے ہوئے	بلاکم وکاست نیکی کرنے والوں کے لئے

الَّذِيْنَ	يُقِيْمُوْنَ	الصَّلٰوةَ	وَ يُؤْتُوْنَ	الزَّكٰوةَ	وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ
وہ لوگ جو	قائم رکھتے ہیں	نماز کو	اور پہنچاتے ہیں	زکوۃ کو	اور وہ لوگ ہی آخرت پر

هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۗ ④	اُولٰٓئِكَ	عَلٰى هُدًى	مِّنْ رَّبِّهِمْ	وَاُولٰٓئِكَ	هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑤
یقین رکھتے ہیں	وہ لوگ	ہدایت پر ہیں	اپنے رب (کی طرف) سے	اور وہ لوگ	ہی مراد پانے والے ہیں

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ	يَّشْتَرِيْ	لَهْوَ الْحَدِيْثِ	لِيُضِلَّ	عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اور لوگوں میں سے وہ بھی ہیں جو	خریدتے ہیں	بات کے کھیل (فضولیات) کو	تاکہ وہ گمراہ کریں	اللہ کی راہ سے

بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ	وَّ يَتَّخِذَهَا	هُزُوًا ۗ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑥
کسی علم کے بغیر	اور تاکہ وہ بنائیں اس (راہ) کو	مذاق کا نشانہ	وہ لوگ ہیں	جن کے لئے	رسوا کرنے والا عذاب ہے

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ	اٰيٰتُنَا	وَلّٰى	مُسْتَكْبِرًا	كَاَنْ	لَّمْ يَسْمَعْهَا
اور جب بھی پڑھی جاتی ہیں اس پر	ہماری آیتیں	تو وہ مڑ جاتا ہے	بڑا بنتے ہوئے	جیسے کہ	اس نے سنا ہی نہیں ان کو

كَاَنَّ	فِيْٓ اُذُنَيْهِ	وَقْرًا ۚ	فَبَشِّرْهُ	بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑦	اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
گویا کہ	اس کے دونوں کانوں میں	کوئی بوجھ ہے	تو آپ خوشخبری دیں اس کو	ایک دردناک عذاب کی	بیشک جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	لَهُمْ	جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۙ﴿۸﴾	خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ	1511 وَعْدَ اللّٰهِ
اورانہوں نے عمل کئے نیکیوں کے	ان کے لئے	دائمی نعمتوں کے باغات ہیں	ہمیشہ رہنے والے اس میں	(یقیناً) اللہ کا وعدہ

حَقًّا ؕ	وَهُوَ الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ﴿۹﴾	خَلَقَ السَّمٰوٰتِ	بِغَيْرِ عَمَدٍ
(ہو چکا) برحق	اور وہ ہی بالا دست ہے	حکمت والا ہے	اس نے پیدا کیا آسمانوں کو	ایسے ستونوں کے بغیر

تَرَوْنَهَا	وَاَلْقٰى	فِي الْاَرْضِ	رَوَاسِيَ	اَنْ	تَمِيْدَ بِكُمْ	وَبَثَّ
تم لوگ دیکھو جن کو	اور اس نے ڈالے	زمین میں	کچھ پہاڑ	کہ کہیں	وہ لرزے تمہارے ساتھ	اور اس نے پھیلائے

فِيْهَا	مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ	وَاَنْزَلْنَا	مِنَ السَّمَآءِ مَآءً	فَاَنْۢبَتْنَا
اس میں	ہر چلنے والے جاندار میں سے	اور ہم نے اتارا	آسمان سے کچھ پانی	پھر ہم نے اگایا

فِيْهَا	مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۰﴾	هٰذَا	خَلْقُ اللّٰهِ	فَاَرُوْنِيْ	مَاذَا	خَلَقَ
اس (زمین) میں	ہر ایک نفیس و پاکیزہ جوڑے میں سے	یہ	اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے	تو تم لوگ دکھاؤ مجھ کو	کیا	پیدا کیا

الَّذِيْنَ	مِنْ دُوْنِهٖ ؕ	بَلِ الظّٰلِمُوْنَ	فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۱﴾ ع
ان لوگوں نے جو	اس کے سوا ہیں	بلکہ ظلم کرنے والے	کھلی گمراہی میں ہیں

نوٹ۔1

آیت۔4۔ میں زکوٰۃ کا حکم ہے حالانکہ یہ آیت مکی ہے۔ اس سے اور سورۃ مزمل سے بھی معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کا حکم مکہ میں ہجرت سے پہلے آچکا تھا۔ البتہ ہجرت کے دوسرے سال میں نصابوں کا تقرر اور مقدار واجب کی تفصیلات اور حکومت کی طرف سے اس کی وصولیاں اور خرچ کرنے کا انتظام ہے۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔۶۔ میں مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ آیا ہے۔ اِشْتِرَآءٌ کے لغوی معنی خریدنے کے ہیں اور بعض اوقات ایک کام کے بدلے دوسرے کام کو اختیار کرنے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے اَلَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى۔ اور لَهْوَ الْحَدِيْثِ میں لفظ حدیث تو باتوں اور قصے کہانیوں کے لئے آیا ہے اور لَهْوَ کے لفظ معنی غفلت میں پڑنے کے ہیں۔ جو چیزیں انسان کو ضروری کاموں سے غفلت میں ڈالیں وہ لہو کہلاتی ہیں۔ جمہور صحابہ و تابعین اور عامہ مفسرین کے نزدیک لھو الحدیث عام ہے تمام ان چیزوں کے لئے جو انسان کو اللہ کی عبادت اور یاد سے غفلت میں ڈالے۔

مذموم اور ممنوع اور لھو اور کھیل ہے جس میں کوئی دینی و دنیوی فائدہ نہ ہو۔ جو کھیل بدن کی ورزش، صحت اور تندرستی باقی رکھنے کے لئے کیا جائے یا کم از کم طبیعت کی تھکان دور کرنے کے لئے ہوں تو ایسے کھیل شرعاً مباح ہیں اور دینی ضرورت کی نیت سے ہوں تو ثواب بھی ہیں۔ شرط یہ ہے کہ ان میں غلو نہ کیا جائے اور ان ہی کو مشغلہ نہ بنایا جائے کہ ضروری کاموں میں ان سے حرج پڑنے لگے۔ (معارف القرآن۔ ج7۔ ص19 تا 23 سے ماخوذ)

آیت نمبر 12 تا 15

ترجمہ:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا	لُقْمٰنَ	الْحِكْمَةَ	اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ	وَمَنْ يَّشْكُرْ	فَاِنَّمَا
اور بیشک ہم دے چکے	لقمان کو	دانائی	کہ تو کر شکر اللہ کا	اور جو شکر کرتا ہے	تو کچھ نہیں سوائے اس کے کہ
يَشْكُرُ	لِنَفْسِهٖ ۚ	وَمَنْ كَفَرَ	فَاِنَّ اللّٰهَ	غَنِيٌّ	حَمِيْدٌ ⑫
اور شکر کرتا ہے	اپنی ہی جان (کے بھلے) کے لئے	اور جو ناشکری کرتا ہے	تو بیشک اللہ	بے نیاز ہے	حمد کیا ہوا ہے
وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ	لِابْنِهٖ	وَهُوَ	يَعِظُهٗ	يٰبُنَيَّ	لَا تُشْرِكْ
اور جب کہا لقمان نے	اپنے بیٹے سے	اس حال میں کہ وہ	نصیحت کررہا تھا اس کو	اے میرے بچے	تو شریک مت کرنا
بِاللّٰهِ ؕ	اِنَّ الشِّرْكَ	لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ⑬	وَوَصَّيْنَا	الْاِنْسَانَ	بِوَالِدَيْهِ ۚ
اللہ کے ساتھ (کسی کو)	بیشک شرک	یقیناً ایک عظیم ظلم ہے	اور ہم نے تاکید کی	انسان کو	اس کے والدین کے بارے میں
حَمَلَتْهُ	اُمُّهٗ	وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ	وَّفِصٰلُهٗ	فِيْ عَامَيْنِ	اَنِ اشْكُرْ لِيْ
اٹھایا اس کو	اس کی ماں نے	تکلیف پر تکلیف جھیلتے ہوئے	اور اس کا دودھ چھڑانا	دو سالوں میں	کہ تو کر شکر میرا

وَلِوَالِدَيْكَ ؕ	اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ⑭	وَاِنْ جَاهَدٰكَ	عَلٰٓى اَنْ
اور اپنے والدین کا	میری طرف ہی لوٹنا ہے	اور اگر وہ دونوں کشمکش کریں تجھ سے	اس (بات) پر کہ

تُشْرِكَ بِيْ	مَا	لَيْسَ لَكَ	بِهٖ	عِلْمٌ ۙ	فَلَا تُطِعْهُمَا
تو شریک کرے میرے ساتھ	اس کو	نہیں ہے تیرے لئے	جس کے بارے میں	کوئی علم	تو تو اطاعت مت کر ان دونوں کی

وَصَاحِبْهُمَا	فِي الدُّنْيَا	مَعْرُوْفًا	وَّاتَّبِعْ	سَبِيْلَ مَنْ	اَنَابَ	اِلَيَّ ۚ
اور ان دونوں کے ساتھ رہ	دنیا میں	بھلے طریقے سے	اور تو پیروی کر	اس کے راستے کی جس نے	رخ کیا	میری طرف

ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ	فَاُنَبِّئُكُمْ	بِمَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑮
پھر میری طرف ہی تم لوگوں کا لوٹنا ہے	تو میں جتلا دوں گا تم لوگوں کو	وہ جو	تم لوگ کیا کرتے تھے

نوٹ۔1

حضرت لقمان کی شخصیت عرب میں ایک حکیم و دانا کی حیثیت سے بہت مشہور تھی۔ اہل عرب میں بعض پڑھے لکھے لوگوں کے پاس صحیفہ لقمان کے نام سے ان کے حکیمانہ اقوال کا ایک مجموعہ بھی موجود تھا۔ ہجرت سے تین سال پہلے مدینہ کا پہلا شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متاثر ہوا وہ سوید بن صامت تھا۔ وہ حج کے لئے گیا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تقریر سنی۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا کہ آپ جو باتیں پیش کررہے ہیں ایسی ہی ایک چیز میرے پاس بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا وہ کیا ہے۔ اس نے کہا مجلہ لقمان۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فرمائش پر اس نے اس کا کچھ حصہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ بہت اچھا کلام ہے مگر میرے پاس ایک اور کلام اس سے بہتر ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے قرآن سنایا۔ اس نے اعتراف کیا کہ یہ بلاشبہ مجلہ لقمان سے بہتر ہے۔ پھر جب وہ مدینہ واپس ہوا تو کچھ عرصہ بعد جنگ بعاث پیش آئی اور یہ اس میں مارا گیا۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

حضرت کی نصیحتوں کے درمیان میں یعنی آیت۔15۔ میں اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم بیان فرمایا کہ اگرچہ ہم نے اولاد کو ماں باپ کی اطاعت اور خدمت کی بڑی تاکیدی کی ہے، لیکن شرک ایک ایسا ظلم عظیم ہے کہ وہ ماں باپ کے مجبور کرنے سے بھی جائز نہیں ہوتا۔ اگر کسی کو اس کے والدین اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دینے پر مجبور کریں تو اس معاملہ میں والدین کا کہنا ماننا بھی جائز نہیں ہے۔ مگر دنیا کے کاموں میں مثلاً ان کی جسمانی خدمت میں یا مالی اخراجات میں کمی نہ ہونے دو اور نہ بے ادبی کرو۔ مطلب یہ ہے کہ شرک کے معاملہ میں ان کا کہنا نہ ماننے سے جو ان کی دل آزاری ہوگی وہ تو مجبوری کے لئے برداشت کرو مگر ضرورت کو ضرورت کی حد میں رکھو اور دوسرے معاملات میں ان کی دل آزاری سے پرہیز کرو۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (16 تا 19)

ص ع ر

(س) — صَعَرًا — منہ کا ٹیڑھا ہونا۔

(تفعیل) — تَصْعِيْرًا — تکبر سے رخسار ٹیڑھا کرنا۔ پھلانا۔ زیر مطالعہ آیت۔18۔

خ د د

(ن) — خَدًّا — چوٹ کا نشان چھوڑنا۔ زمین میں گڑھا کرنا۔

خَدٌّ — گڑھا۔ رخسار (چہرے کا گڑھا) زیر مطالعہ آیت۔18۔

خُدَّةٌ — ج اُخْدُوْدٌ۔ گڑھا۔ کھائی۔ ﴿قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ﴾ (85/البروج: 4) ''مارے گئے کھائیاں (کھودنے) والے۔''

ترجمہ:

يٰبُنَيَّ	اِنَّهَا	اِنْ تَكُ	مِثْقَالَ حَبَّةٍ	مِّنْ خَرْدَلٍ	فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ
اے میرے بچے	حقیقت یہ ہے کہ	اگر وہ (برائی) ہوگی	ایک دانے کے ہم وزن	رائی میں سے	پھر وہ ہو کسی چٹان میں

اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ	اَوْ فِي الْاَرْضِ	يَاْتِ بِهَا	اللّٰهُ ۭ	اِنَّ اللّٰهَ	لَطِيْفٌ	خَبِيْرٌ ⑯
یا آسمانوں میں	یا زمین میں	لے آئے گا اس کو	اللہ	یقیناً اللہ	باریک بین ہے	باخبر ہے
يٰبُنَيَّ	اَقِمِ	الصَّلٰوةَ	وَاْمُرْ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَانْهَ	عَنِ الْمُنْكَرِ
اے میرے بچے	تو قائم رکھ	نماز کو	اور تو تاکید کر	بھلائی کی	اور تو منع کر	برائی سے

وَاصْبِرْ	عَلٰي مَآ	اَصَابَكَ ۭ	اِنَّ ذٰلِكَ	مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ⑰ ۚ	وَلَا تُصَعِّرْ
اور تو صبر کر	اس پر جو	آ لگے تجھ کو	بیشک یہ	معاملات کی ثابت قدمی میں سے	اور تو مت پھلا

خَدَّكَ	لِلنَّاسِ	وَلَا تَمْشِ	فِي الْاَرْضِ	مَرَحًا ؕ	1511 اِنَّ اللّٰهَ
اپنے گال کو	لوگوں کے لئے	اور تو مت چل	زمین میں	اتراتا ہوا	بیشک اللہ

لَا يُحِبُّ	كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۚ ﴿١٨﴾	وَاقْصِدْ	فِيْ مَشْيِكَ
پسند نہیں کرتا	کسی بھی اکڑنے والے فخر کرنے والے کو	اور تو میانہ روی اختیار کر	اپنی چال میں
وَاغْضُضْ	مِنْ صَوْتِكَ ؕ	اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ	لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴿١٩﴾
اور تو پست رکھ	اپنی آواز میں سے	بیشک آوازوں کی بدترین	یقیناً گدھوں کی آواز ہے

نوٹ۔1

آیت۔19۔ میں ہے کہ چال میں میانہ روی اختیار کرو۔ سیاقِ کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں چلنے کی تیزی یا سست رفتار پر بحث نہیں ہے۔ آدمی کو جلدی کا کوئی کام ہو تو تیز کیوں نہ چلے اور اگر وہ محض تفریحاً چل رہا ہے تو آہستہ چلنے میں کیا قباحت ہے۔ دراصل جو چیز یہاں مقصود ہے وہ نفس کی اس کیفیت کی اصلاح ہے جس کے اثر سے چال میں اکڑ یا مسکینی کا ظہور ہوتا ہے۔ دولت، اقتدار، حسن، علم، طاقت وغیرہ انسان کے اندر تکبر پیدا کرتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا گھمنڈ اس کی چال کا ایک مخصوص ٹائپ پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے برعکس چال میں مسکینی کا ظہور بھی کسی مذموم نفسی کیفیت کے اثر سے ہوتا ہے اور کبھی انسان حالات سے شکست کھا کر اور اپنی نگاہ میں آپ حقیر ہو کر مریل چال چلنے لگتا ہے۔ لقمان کی نصیحت کا منشا یہ ہے کہ اپنے نفس کی ان کیفیات کو دور کرو اور ایک معقول انسان کی سی چال چلو۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (20 تا 24)

س ب غ

(ن) سُبُوْغًا: کسی چیز کا فراخ اور وسیع ہونا۔ دراز ہونا۔

سَابِغٌ: اسم الفاعل ہے۔ وسیع اور دراز ہونا۔ پھر مجازاً پوری اور مکمل زرہ کے لئے آتا ہے۔ ﴿ وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿١٠﴾ لا اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ (34/سبا:10، 11) ”اور ہم نے نرم کیا اس کے لئے لوہے کو کہ تو عمل کر یعنی بنا کشادہ زرہیں۔“

(افعال) اِسْبَاغًا: کسی چیز کو وسیع کرنا۔ مکمل کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔20۔

ترجمہ:

اَلَمْ تَرَوْا	اَنَّ اللّٰهَ	سَخَّرَ لَكُمْ	مَّا فِي السَّمٰوٰتِ
کیا تم لوگوں نے غور نہیں کیا	کہ اللہ نے	مسخر کیا تمہارے لئے	اس کو جو آسمانوں میں ہے

وَمَا فِي الْاَرْضِ	وَاَسْبَغَ	عَلَيْكُمْ	نِعَمَهٗ	ظَاهِرَةً	وَّبَاطِنَةً ؕ
اور اس کو جو زمین میں ہے	اور اس نے تمام کیں	تم لوگوں پر	اپنی نعمتیں	ظاہری ہوتے ہوئے	اور باطنی ہوتے ہوئے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ	يُّجَادِلُ	فِي اللّٰهِ	بِغَيْرِ عِلْمٍ	وَّلَا هُدًى	وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝٢٠ [1511]
اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو	مناظرہ کرتے ہیں	اللہ (کے بارے) میں	کسی علم کے بغیر	اور نہ کسی ہدایت سے	اور نہ کسی روشن کتاب سے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ	اتَّبِعُوْا	مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ	قَالُوْا	بَلْ نَتَّبِعُ
اور جب کہا جاتا ہے ان لوگوں سے	تم لوگ پیروی کرو	اس کی جو نازل کیا اللہ نے	تو وہ لوگ کہتے ہیں	بلکہ ہم پیروی کرتے ہیں

مَا	وَجَدْنَا	عَلَيْهِ	اٰبَآءَنَا ۭ	اَوَلَوْ	كَانَ	الشَّيْطٰنُ	يَدْعُوْهُمْ	اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝٢١
اس کی	ہم نے پایا	جس پر	اپنے باپ دادا کو	اور کیا اگر	ہو	شیطان (کہ)	وہ بلاتا ہو ان کو	شعلوں والی آگ کے عذاب کی طرف

وَمَنْ يُّسْلِمْ	وَجْهَهٗٓ	اِلَى اللّٰهِ	وَهُوَ	مُحْسِنٌ	فَقَدِ اسْتَمْسَكَ
اور جو تابعدار کرتا ہے	اپنے چہرے (شخصیت) کو	اللہ کی طرف	اس حال میں کہ وہ	حسن دینے والا ہے (نیکی کو)	تو وہ چمٹ گیا ہے

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ	وَاِلَى اللّٰهِ	عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝٢٢	وَمَنْ كَفَرَ	فَلَا يَحْزُنْكَ
انتہائی مضبوط کنڈے سے	اور اللہ ہی کی طرف	تمام معاملات کا انجام ہے	اور جس نے انکار کیا	تو غمگین مت کرے آپؐ کو

كُفْرُهٗ ۭ	اِلَيْنَا	مَرْجِعُهُمْ	فَنُنَبِّئُهُمْ	بِمَا عَمِلُوْا ۭ	اِنَّ اللّٰهَ
اس کا انکار کرنا	ہماری طرف ہی	ان سب کا لوٹنا ہے	تو ہم جتا دیں گے ان کو	وہ جو انہوں نے عمل کئے	بیشک اللہ

عَلِيْمٌۢ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝٢٣	نُمَتِّعُهُمْ	قَلِيْلًا	ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ	اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝٢٤
جاننے والا ہے	سینوں والی (باتوں) کو	ہم برتنے کا سامان دیں گے	ان کو تھوڑا سا	پھر ہم مجبور کریں گے ان کو	ایک گاڑھے عذاب کی طرف

نوٹ۔1

کسی چیز کو کسی کے لئے مسخر کرنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ چیز اس کے تابع کر دی جائے اور اسے اختیار دے دیا جائے کہ جس طرح چاہے اسے استعمال کرے۔ دوسرے یہ کہ اس چیز کو ایسے ضابطہ کا پابند کر دیا جائے جس کی بدولت وہ اس شخص کے لئے نافع ہو جائے اور اس کے مفاد کی خدمت کرتی رہے۔ زمین و آسمان کی تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے ایک ہی معنی میں مسخر نہیں کیا بلکہ بعض چیزیں پہلے معنی میں مسخر ہیں اور بعض دوسرے معنی میں مثلاً ہوا، پانی، آگ، مٹی، نباتات، معدنیات، مویشی وغیرہ بے شمار چیزیں پہلے معنی میں ہمارے لئے مسخر ہیں اور چاند، سورج وغیرہ دوسرے معنی میں۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ نعمتیں ظاہری و مادی بھی ہیں اور عقلی و روحانی بھی۔ شکل وصورت، ہاتھ، غذا، لباس اور اس قبیل کی دوسری تمام چیزیں بھی اس کی بخشی ہوئی ہیں اور سمع و بصر، عقل و ادراک اور ہدایت کی نعمتیں بھی اسی کی عطا کردہ ہیں۔ ان میں سے کسی چیز کے متعلق کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ خدا کے سوا کسی اور سے اس کو ملی ہیں یا کوئی دوسرا ان کے ملنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ تو جب تمام نعمتوں کو بخشنے والا اللہ ہی ہے تو بندے کی تمام شکر گزاری کا حق دار بھی وہی ہوا۔ کوئی دوسرا اس کے اس حق میں کس طرح ساجھی بن سکتا ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (25 تا 30)

ترکیب

آیت۔ 27۔ لَوْ شرطیہ ہے۔ مَا فِي الْاَرْضِ سے سَبْعَةُ اَبْحُرٍ تک شرط ہے اور مَا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ جواب شرط ہے۔ شرط میں مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ صلہ موصول مل کر مبتدا ہے اور اَقْلَامٌ اس کی خبر ہے۔ اَلْبَحْرُ مبتدا ثانی ہے اور اس کی خبر مِدَادٌ محذوف ہے۔ يَمُدُّ کا فاعل سَبْعَةُ اَبْحُرٍ ہے اور ہٗ کی ضمیر مفعولی اَلْبَحْرُ کے لئے ہے۔ جواب شرط ہونے کی وجہ سے فعل ماضی نَفِدَتْ کا ترجمہ مستقبل میں ہوگا۔

ترجمہ:

وَلَئِنْ	سَاَلْتَهُمْ	مَّنْ	خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	لَيَقُوْلُنَّ	اللّٰهُ ؕ
اور بیشک اگر	آپ پوچھیں ان سے	کس نے	پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو	تو یہ لوگ لازماً کہیں گے	اللہ نے

قُلِ	الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ	بَلْ اَكْثَرُهُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾	لِلّٰهِ	مَا
آپ کہئے	تمام شکر و سپاس اللہ کے لئے ہے	بلکہ (لیکن) ان کی اکثریت	جانتی نہیں ہے	اللہ ہی کا ہے	وہ جو

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	هُوَ الْغَنِيُّ	الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾	وَلَوْ اَنَّ
آسمانوں اور زمین میں ہے	یقیناً اللہ	بے نیاز ہے	حمد کیا ہوا ہے	اور اگر یہ (ہوتا ہے) کہ

مَا	فِي الْاَرْضِ	مِنْ شَجَرَةٍ	اَقْلَامٌ	وَّالْبَحْرُ	يَمُدُّهٗ	مِنْۢ بَعْدِهٖ
جو	زمین میں	(از قسم) درخت میں سے ہے وہ	قلم ہوتے	اور سمندر (روشنائی ہوتا)	بڑھاتے اس کو	اس کے بعد

سَبْعَةُ اَبْحُرٍ	مَّا نَفِدَتْ	كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾
سات سمندر	تو ختم نہیں ہوں گے	اللہ کے فرمان	یقیناً اللہ	بالادست ہے	حکمت والا ہے

مَا	خَلْقُكُمْ	وَلَا بَعْثُكُمْ	اِلَّا	كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ
نہیں ہے	تم لوگوں کا پیدا کرنا	اور نہ ہی تمہارا اٹھانا	مگر	ایک جان (کو پیدا کرنے اور اٹھانے) کی مانند	یقیناً اللہ

سَمِيْعٌۢ	بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾	اَلَمْ تَرَ	اَنَّ اللّٰهَ	يُوْلِجُ	الَّيْلَ فِي النَّهَارِ	وَيُوْلِجُ
سننے والا ہے	دیکھنے والا ہے	کیا تو نے غور نہیں کیا	کہ اللہ	گھساتا ہے	رات کو دن میں	اور وہ گھساتا ہے

النَّهَارَ فِي الَّيْلِ	وَسَخَّرَ	الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۫	كُلٌّ	يَّجْرِيْٓ	اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى
دن کو رات میں	اور اس نے مسخر کیا	سورج کو اور چاند کو	سب کے سب	رواں دواں ہیں	ایک معین (خاتمے کے) وقت کی طرف

وَّاَنَّ اللّٰهَ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾	ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ	هُوَ الْحَقُّ	وَاَنَّ
اور یہ کہ اللہ	اس سے جو	تم کرتے ہو	باخبر ہے	یہ اس سبب سے کہ اللہ	ہی حق ہے	اور یہ کہ

مَا	يَدْعُوْنَ	مِنْ دُوْنِهِ	الْبَاطِلُ ۙ	وَاَنَّ اللّٰهَ	هُوَ الْعَلِيُّ	الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾ ع
جس کو	یہ لوگ پکارتے ہیں	اس کے علاوہ	وہ ہی باطل ہے	اور یہ کہ اللہ	ہی بلند ہے	بڑا ہے

1511

نوٹ۔1

اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کی جو مدتِ عمر مقرر کر دی گئی ہے اس وقت تک وہ چل رہی ہے۔ سورج ہو یا چاند یا کائنات کا کوئی اور سیارہ، ان میں سے کوئی چیز بھی نہ ازلی ہے نہ ابدی۔ ہر ایک کا ایک وقتِ آغاز ہے جس سے پہلے وہ موجود نہ تھی اور ایک وقت اختتام ہے جس کے بعد وہ موجود نہ رہے گی۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (31 تا 34)

خ ت ر

(ض) خَتْرًا : بری طرح بے وفائی کرنا۔ غداری کرنا۔

خَتَّارٌ : فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ ہے۔ عہد شکنی کثرت سے کرنے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 32۔

ترجمہ:

اَلَمْ تَرَ	اَنَّ الْفُلْكَ	تَجْرِیْ	فِی الْبَحْرِ	بِنِعْمَتِ اللّٰهِ	لِیُرِیَكُمْ
کیا تو نے غور نہیں کیا	کہ کشتی	چلتی ہے	سمندر میں	اللہ کی نعمت (یعنی فضل) سے	تا کہ وہ دکھائے تم لوگوں کو

مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ	اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ	لَاٰیٰتٍ	لِّكُلِّ صَبَّارٍ	شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾
اپنی نشانیوں میں سے (کچھ)	بیشک اس میں	یقیناً نشانیاں ہیں	ہر ایک کثرت سے تحمل کرنے والے کے لئے	بہت شکر کرنے والے کے لئے

وَاِذَا غَشِیَهُمْ	مَّوْجٌ	كَالظُّلَلِ	دَعَوُا اللّٰهَ	مُخْلِصِیْنَ	لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬
اور جب چھا جاتی ہے ان پر	کوئی موج	بادلوں کی مانند	تو وہ لوگ پکارتے ہیں اللہ کو	خالص کرنے والے ہوتے ہوئے	اس کے لئے دین کو

فَلَمَّا	نَجّٰهُمْ	اِلَی الْبَرِّ	فَمِنْهُمْ	مُّقْتَصِدٌ ؕ	وَمَا یَجْحَدُ	بِاٰیٰتِنَاۤ
پھر جب	وہ نجات دیتا ہے ان کو	خشکی کی طرف	تو ان میں	میانہ رو (بھی) ہیں	اور انکار نہیں کرتا	ہماری نشانیوں کا

اِلَّا كُلُّ	خَتَّارٍ	كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾	یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ	اتَّقُوْا	رَبَّكُمْ	وَاخْشَوْا
مگر ہر ایک	کثرت سے غداری کرنے والا	بہت ناشکری کرنے والا	اے لوگو!	تم لوگ تقویٰ اختیار کرو	اپنے رب کا	اور ڈرو

یَوْمًا	لَّا یَجْزِیْ	وَالِدٌ	عَنْ وَّلَدِهٖ ۫	وَلَا مَوْلُوْدٌ
ایک ایسے دن سے جب	بدلے میں نہیں دے گا	کوئی والد	اپنی اولاد کی طرف سے (کچھ بھی)	اور نہ کوئی اولاد (ہوگی)

هُوَ	جَازٍ	عَنْ وَّالِدِهٖ	شَیْـًٔا ؕ	اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ	حَقٌّ
(کہ) وہ	بدلے میں دینے والی ہو	اپنے والد کی طرف سے	کچھ بھی	یقیناً اللہ کا وعدہ	برحق ہے

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ	الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا	وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ	بِاللّٰهِ	الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾
تو ہرگز دھوکہ نہ دے تم لوگوں کو	دنیوی زندگی	اور ہرگز دھوکہ نہ دے تم کو	اللہ کے بارے میں	وہ انتہائی دھوکے باز

اِنَّ اللّٰهَ	عِنْدَهٗ	عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ	وَیُنَزِّلُ	الْغَیْثَ ۚ
یقیناً اللہ	اس کے پاس ہی	اُس گھڑی (قیامت) کا علم ہے	اور وہ اتارتا ہے	بارش کو

وَيَعْلَمُ	مَا فِي الْاَرْحَامِ ط	وَمَا تَدْرِيْ	نَفْسٌ	مَّاذَا	تَكْسِبُ 1511
اور وہ جانتا ہے	اس کو جو رحموں میں ہے	اور نہیں جانتی	کوئی جان	کیا	وہ کمائے گی

غَدًا ط	وَمَا تَدْرِيْ	نَفْسٌ	بِاَيِّ اَرْضٍ	تَمُوْتُ ط	اِنَّ اللّٰهَ	عَلِيْمٌ	خَبِيْرٌ ۳۴
کل	اور نہیں جانتی	کوئی جان	کون سی زمین میں	وہ مرے گی	یقیناً اللہ	جاننے والا ہے	باخبر ہے

نوٹ۔1

34۔ میں پہلی تین چیزوں میں اگرچہ تصریح نہیں کی گئی کہ ان کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے مگر کلام ایسے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے جس سے ان چیزوں کے علم کا انحصار علم الٰہی میں معلوم ہوتا ہے۔ جبکہ باقی دو چیزوں میں اس کی تصریح موجود ہے کہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ (معارف القرآن۔ ج7ص52) علم غیب درحقیقت اس علم کو کہا جاتا ہے جو سبب طبعی کے واسطہ سے نہ ہو بلکہ بلاواسطہ خود بخود ہو۔ جو چیزیں انبیاء علیہم السلام کو بذریعہ وحی اور اولیاء کرام کو بذریعہ الہام اور نجومیوں وغیرہ کو اپنے حسابات واسباب طبیعیہ کے ذریعہ حاصل ہو جائیں تو وہ علم غیب نہیں بلکہ انباء الغیب (غیب کی خبریں) ہیں جو کسی جزوی وشخصی معاملہ میں کسی مخلوق کو حاصل ہو جاتی ہیں۔ ان کا حاصل ہو جانا آیت مذکورہ کے منافی نہیں۔ کیونکہ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کا کلی علم جو تمام مخلوقات اور تمام حالات پر حاوی ہو، وہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا۔ کوئی جزوی علم کسی ذریعہ سے حاصل ہو جانا اس کے منافی نہیں۔ اس کے علاوہ علم سے مراد علم قطعی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ الہام کے ذریعہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ قطعی نہیں ہوتا۔ اس میں مغالطوں کے بہت احتمالات رہتے ہیں۔ (معارف القرآن۔ ج7ص54)

نوٹ۔2

مذکورہ بالا نوٹ میں سبب طبعی، کلی علم، جزوی علم اور علم قطعی کا ذکر آیا ہے۔ ان کی وضاحت کے لئے ہم ایک سوال کے جواب کا ایک حصہ نقل کر رہے ہیں۔ یہ سوال وجواب فاؤنڈیشن کے سہ ماہی میگزین میں شائع ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے کسی علم کو جب کوئی شکل عطا فرما دیتا ہے، اور انسان اس کا علم حاصل کرتا ہے تو اسے علم غیب نہیں کہتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کو شکل دیتا ہی اس لئے ہے کہ اس کا علم حاصل کیا جائے۔ اس بات کو ذہن میں رکھ کر اللہ اور بندے کے علم کے فرق کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

حمل قرار پانے کے بعد چھ ہفتوں تک انسان کے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ حمل ہے کہ نہیں ہے، لیکن اللہ جانتا ہے۔ چھ ہفتوں کے بعد جب اس کا حجم کچھ بڑھ جاتا ہے تو Pregnancy Test کے ذریعہ انسان معلوم کر سکتا ہے کہ حمل ہے یا نہیں، لیکن ابھی وہ یہ نہیں جانتا کہ مذکر ہے یا مؤنث، لیکن اللہ جانتا ہے، پھر تین مہینوں میں جب بچے کے جنسی اعضاء شکل اختیار کر لیتے ہیں تو انسان الٹرا ساؤنڈ کے ذریعے جان سکتا ہے کہ بچہ مذکر ہے یا مونث، لیکن ابھی وہ یہ نہیں جانتا کہ بچے کا رنگ کیا ہے۔ البتہ اللہ جانتا ہے۔ پھر جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو انسان جان سکتا ہے کہ اس کا رنگ کیا ہوگا، لیکن ابھی وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کا قد و کاٹھ کیا ہوگا۔ اسی طرح بچے کی طبیعت ومزاج، سیرت وکردار، والدین خاندان اور قوم کے لئے نیک وسعد ہونا یا نہ ہونا، وغیرہ وغیرہ بے شمار چیزیں ہیں جو اللہ کے علم میں ہوتی ہیں اور رفتہ رفتہ مختلف شکلوں میں انسان کے علم میں آتی ہیں۔

مورخہ ۱۶/ ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ

بمطابق 27/ دسمبر 2007ء

1511

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ السجدہ (32)

آیت نمبر (1 تا 11)

م ہ ن

(ک) مَهَانَةً — حقیر و ذلیل ہونا۔ بے وقعت ہونا۔

مَهِيْنٌ — فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ حقیر۔ بے وقعت۔ زیر مطالعہ آیت۔ 8۔

ترجمہ:

الٓمّٓ ۚ ﴿۱﴾	تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ	لَا رَيْبَ	فِيْهِ	مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ ط	اَمْ	يَقُوْلُوْنَ
-	اس کتاب کا اتارنا ہے	کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے	جس میں	تمام جہانوں کے رب (کی طرف) سے	یا	وہ لوگ کہتے ہیں

افْتَرٰىهُ ۚ	بَلْ هُوَ الْحَقُّ	مِنْ رَّبِّكَ	لِتُنْذِرَ	قَوْمًا	مَّآ اَتٰىهُمْ
انہوں نے گھڑا ہے اس کو	بلکہ وہ ہی حق ہے	آپؐ کے رب (کی طرف) سے	تا کہ آپؐ خبردار کریں	ایک ایسی قوم کو	نہیں پہنچا جن کے پاس

مِّنْ نَّذِيْرٍ	مِّنْ قَبْلِكَ	لَعَلَّهُمْ	يَهْتَدُوْنَ ﴿۳﴾	اَللّٰهُ الَّذِيْ	خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
کوئی بھی خبردار کرنے والا	آپؐ سے پہلے	شاید وہ لوگ	ہدایت پائیں	اللہ وہ ہے جس نے	پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو

وَمَا بَيْنَهُمَا	فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ	ثُمَّ اسْتَوٰى	عَلَى الْعَرْشِ ط	مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ
اور اس کو جو ان دونوں کے درمیان ہے	چھ دنوں میں	پھر وہ متمکن ہوا	عرش پر	تم لوگوں کے لئے نہیں ہے اس کے سوا

مِنْ وَّلِيٍّ	وَّلَا شَفِيْعٍ ط	اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴﴾	يُدَبِّرُ الْاَمْرَ	مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ
کوئی بھی کارساز	اور نہ کوئی سفارش کرنے والا	تو کیا تم لوگ نصیحت نہیں پکڑو گے	وہ تدبیر کرتا تمام معاملات کی	آسمان سے زمین کی طرف

ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ	فِيْ يَوْمٍ	كَانَ	مِقْدَارُهٗٓ	اَلْفَ سَنَةٍ	مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۵﴾
پھر وہ (معاملہ) عروج کرتا ہے اس کی طرف	ایک ایسے دن میں	ہے	جس کے اندازے کا پیمانہ	ایک ہزار سال	جس سے تم لوگ گنتی کرتے ہو

ذٰلِكَ	عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ	الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶﴾ لا	الَّذِيْٓ	اَحْسَنَ	كُلَّ شَيْءٍ
یہ ہے	ظاہر اور پوشیدہ کا جاننے والا	جو بالادست ہے رحم کرنے والا ہے	وہ جس نے	حسن دیا	ہر اُس چیز کو

خَلَقَهٗ	وَبَدَاَ	خَلْقَ الْاِنْسَانِ	مِنْ طِيْنٍ ﴿۷﴾ ج	ثُمَّ جَعَلَ	نَسْلَهٗ
اس نے پیدا کیا جس کو	اور اس نے ابتدا کی	انسان کی تخلیق کی	ایک گارے سے	پھر اس نے بنایا	اس کی نسل کو

مِنْ سُلٰلَةٍ	مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۸﴾ ج	ثُمَّ سَوّٰىهُ	وَنَفَخَ فِيْهِ	مِنْ رُّوْحِهٖ
ایک جوہر سے	حقیر پانی میں سے	پھر اس نے نوک پلک درست کی اس کی	اور پھونکا اس میں	اپنی روح میں سے

وَجَعَلَ لَكُمُ	السَّمْعَ	وَالْاَبْصَارَ	وَالْاَفْـِٕدَةَ	قَلِيْلًا مَّا	تَشْكُرُوْنَ ⑨ 1511
اور بنایا تمہارے لئے	سننے (کی صلاحیت) کو	اور آنکھیں	اور دل	بہت ہی تھوڑا	تم لوگ شکر کرتے ہو

وَقَالُوْٓا	ءَاِذَا	ضَلَلْنَا	فِي الْاَرْضِ	ءَاِنَّا	لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ
اور ان لوگوں نے کہا	کیا جب	ہم گم (رل مل) جائیں گے	زمین (مٹی) میں	تو کیا ہم	ضرور نئے (سرے سے) پیدا کئے جائیں گے

بَلْ هُمْ	بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ	كٰفِرُوْنَ ⑩	قُلْ	يَتَوَفّٰىكُمْ	مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ
بلکہ وہ لوگ	اپنے رب سے ملاقات کا	انکار کرنے والے ہیں	آپ کہہ دیجئے	موت دے گا تم لوگوں کو	موت کا وہ فرشتہ جس کو

وُكِّلَ	بِكُمْ	ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ	تُرْجَعُوْنَ ⑪
نگہبان مقرر کیا گیا	تمہارا	پھر تمہارے رب کی طرف	تم لوگ لوٹائے جاؤ گے

نوٹ۔1

عرب میں دینِ حق کی روشنی سب سے پہلے حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ کے ذریعہ سے پہنچی تھی۔ جو زمانہ قبل تاریخ میں گزرے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ آئے جن کا زمانہ حضور ﷺ سے ڈھائی ہزار سال قبل گزار ہے۔ اس کے بعد آخری پیغمبر جو عرب کی سرزمین میں نبی ﷺ سے پہلے بھیجے گئے وہ حضرت شعیبؑ تھے۔ اور ان کی آمد پر بھی تقریباً دو ہزار برس گزر چکے تھے۔ یہ اتنی طویل مدت ہے کہ اس لحاظ سے آیت۔ ۳۔ میں یہ کہنا بالکل بجا تھا کہ اس قوم کے اندر کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا۔ یہاں ایک سوال سامنے آتا ہے کہ جب نبی ﷺ سے پہلے صدہا برس تک عربوں میں کوئی نبی نہیں آیا تو اُس جاہلیت کے دور میں گزرے ہوئے لوگوں سے باز پرس کس بنیاد پر ہوگی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دین کا تفصیلی علم چاہے اُس جاہلیت کے زمانے میں لوگوں کے پاس نہ رہا ہو مگر یہ بات اُس زمانے میں بھی لوگوں سے پوشیدہ نہ تھی کہ اصل دین توحید ہے اور انبیاء علیہم السلام نے کبھی بھی بت پرستی نہیں سکھائی۔ یہ حقیقت ان روایات میں بھی محفوظ تھی جو عرب کے لوگوں کو اپنی سرزمین کے انبیاء سے پہنچی تھی اور قریب کی سرزمین میں آئے ہوئے انبیاء حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کے واسطے سے بھی وہ اس حقیقت کو جانتے تھے۔ عرب کی روایات میں یہ بات بھی مشہور و معروف تھی کہ اہل عرب کا اصل دین، دینِ ابراہیمی تھا اور بت پرستی بعد میں شروع ہوئی۔ شرک اور بت پرستی کا رواج عام ہو جانے کے باوجود عرب کے مختلف حصوں میں جگہ جگہ ایسے لوگ موجود تھے جو شرک کا انکار کرتے تھے، توحید کا اعلان کرتے تھے اور بتوں پر قربانیوں کی اعلانیہ مذمت کرتے تھے۔ نبی ﷺ سے بالکل قریب زمانے میں بہت سے لوگوں کے حالات ہمیں تاریخوں میں ملتے ہیں جنہیں حُنَفَاء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ سب لوگ توحید کو اصل دین کہتے تھے۔ (تفہیم القرآن)

آیت۔3۔ میں لفظ نذیر اپنے عام لغوی معنی میں ہے، یعنی اللہ کی طرف دعوت دینے والا (آخرت کے انجام سے خبردار کر کے) وہ خواہ رسول اور پیغمبر ہو یا انکا کوئی نائب، خلیفہ، یا عالمِ دین۔ جیسا کہ ابوحیان نے فرمایا کہ توحید اور ایمان کی دعوت کسی زمانے، کسی جگہ اور کسی قوم میں کبھی منقطع نہیں ہوئی۔ جب کہیں نبوت پر زمانہ دراز گزر جانے کے بعد اُس نبوت کا علم رکھنے والے علماء بہت کم رہ گئے تو کوئی دوسرا نبی و رسول مبعوث ہو گیا۔ روح المعانی میں موسیٰ بن عقبہ کی مغازی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل، جو نبی ﷺ سے ملے تھے، لیکن آپؐ کی نبوت سے پانچ سال پہلے ان کا انتقال ہو گیا تھا، ان کا حال یہ تھا کہ قریش کو بت پرستی سے روکتے تھے، بتوں کے نام پر قربانی دینے کو برا کہتے تھے اور اس کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔ ان

1511

کے بیٹے حضرت سعیدؓ بن زید عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ انہوں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ میرے والد کا جو حال تھا وہ آپ ﷺ کو معلوم ہے، تو کیا میں ان کے لئے دعائے مغفرت کر سکتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ان کے لئے دعائے مغفرت جائز ہے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر 12 تا 22

ج ف و

(ن) جَفْوًا اعراض کرنا۔

(تفاعل) تَجَافِيٌ کسی جگہ سے الگ ہونا۔ زیر مطالعہ آیت۔۱۶۔

ترجمہ:

وَلَوْ	تَرٰٓى	اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ	نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ	عِنْدَ رَبِّهِمْ ط
اور کاش	تو تصور کرے	جب مجرم لوگ	اپنے سروں کو اوندھا کرنے والے ہیں	اپنے رب کے پاس

رَبَّنَآ	اَبْصَرْنَا	وَسَمِعْنَا	فَارْجِعْنَا	نَعْمَلْ
(اور کہنے والے ہیں) اے ہمارے رب	ہم بینا ہو گئے	اور ہم نے سن لیا	پس تو لوٹا دے ہم کو	تو ہم عمل کریں گے

صَالِحًا	اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾	وَلَوْ	شِئْنَا	لَاٰتَيْنَا	كُلَّ نَفْسٍ
نیکی کے	بیشک ہم یقین کرنے والے ہیں	اور اگر	ہم چاہتے	تو ہم ضرور دیتے	ہر نفس کو

هُدٰىهَا	وَلٰكِنْ حَقَّ	الْقَوْلُ	مِنِّيْ
اس کی ہدایت	اور لیکن مقصد کے مطابق ہوئی	وہ بات	میری طرف سے

لَاَمْلَئَنَّ	جَهَنَّمَ	مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ	اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳﴾	فَذُوْقُوْا	بِمَا
(کہ) میں لازماً بھر دوں گا	جہنم کو	جنوں اور انسانوں سے	سب سے	تو چکھو	اس کو جو

نَسِيْتُمْ	لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ج	اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ	وَذُوْقُوْا	عَذَابَ الْخُلْدِ
تم لوگوں نے بھلا دیا	تمہاری اس دن کی ملاقات کو	بیشک ہم نے بھلا دیا تم کو	اور تم لوگ چکھو	ہمیشگی کے عذاب کو

بِمَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾	اِنَّمَا	يُؤْمِنُ	بِاٰيٰتِنَا	الَّذِيْنَ
بسبب اس کے جو	تم لوگ کیا کرتے تھے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	ایمان لاتے ہیں	ہماری نشانیوں پر	وہ لوگ جو (ہیں کہ)

اِذَا ذُكِّرُوْا	بِهَا	خَرُّوْا	سُجَّدًا
جب ان کو یاد دہانی کرائی جاتی ہے	ان (نشانیوں) کے ذریعہ سے	تو وہ گر پڑتے ہیں	سجدہ کرنے والوں کی حالت میں
وَّسَبَّحُوْا	بِحَمْدِ رَبِّهِمْ	وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ السجدة	تَتَجَافٰى
اور تسبیح کرتے ہیں	اپنے رب کی حمد کے ساتھ	اور وہ لوگ بڑے نہیں بنتے	الگ ہوتے ہیں

جُنُوْبُهُمْ	عَنِ الْمَضَاجِعِ	يَدْعُوْنَ	رَبَّهُمْ	خَوْفًا	وَّ طَمَعًا ۫	وَّ مِمَّا
ان کے پہلو	لیٹنے کی جگہوں سے	وہ لوگ پکارتے ہیں	اپنے رب کو	ڈرتے ہوئے	اور آرزو کرتے ہوئے	اور اس سے جو

رَزَقْنٰهُمْ	يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾	فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ	مَّآ اُخْفِيَ	لَهُمْ
ہم نے دیا ان کو	خرچ کرتے ہیں	تو نہیں جانتی کوئی جان	اس کو جو پوشیدہ کیا گیا	ان لوگوں کے لئے
مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ	جَزَآءًۢ بِمَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾	اَفَمَنْ كَانَ	مُؤْمِنًا
آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے	بدلہ ہوتے ہوئے ان کا جو	یہ لوگ عمل کیا کرتے تھے	تو کیا وہ جو تھا	ایمان لانے والا

كَمَنْ كَانَ	فَاسِقًا ؕ	لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾	اَمَّا الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا
اس کے مانند ہے جو تھا	نافرمانی کرنے والا	یہ لوگ برابر نہیں ہوں گے	وہ جو لوگ ہیں جو	ایمان لائے	اور عمل کئے
الصّٰلِحٰتِ	فَلَهُمْ	جَنّٰتُ الْمَاْوٰى	نُزُلًا	بِمَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾
نیکیوں کے	تو ان کے لئے	بسنے کے باغات ہیں	مہمان نوازی ہوتے ہوئے	بسبب اس کے جو	یہ لوگ عمل کیا کرتے تھے

وَاَمَّا الَّذِيْنَ	فَسَقُوْا	فَمَاْوٰىهُمُ	النَّارُ ؕ	كُلَّمَآ	اَرَادُوْٓا	اَنْ يَّخْرُجُوْا
اور وہ جو لوگ ہیں جنہوں نے	نافرمانی کی	تو ان کا ٹھکانہ	آگ ہے	جب کبھی	وہ ارادہ کریں گے	کہ وہ نکلیں
مِنْهَآ	اُعِيْدُوْا	فِيْهَا	وَقِيْلَ	لَهُمْ	ذُوْقُوْا	عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ
اس سے	وہ لوٹا دیئے جائیں گے	اس میں	اور کہا جائے گا	ان سے	تم لوگ چکھو	اس آگ کا عذاب

كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾	وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ	مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى	دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ
تم لوگ جس کو جھٹلاتے تھے	اور ہم لازماً چکھائیں گے ان لوگوں کو	نزدیک والے عذاب میں سے	بڑے عذاب کے علاوہ

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾	وَمَنْ اَظْلَمُ	مِمَّنْ	ذُكِّرَ	بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ
شاید وہ لوگ لوٹ آئیں	اور کون زیادہ ظالم ہے	اس سے جس کو	یاد دہانی کرائی گئی	اس کے رب کی آیات کے ذریعہ سے

ثُمَّ اَعْرَضَ	عَنْهَا ؕ	اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ	مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع
پھر اس نے اعراض کیا	اس سے	بیشک ہم ان مجرموں سے	انتقام لینے والے ہیں

نوٹ۔1

آیت۔12۔ میں مجرموں کی اس درخواست پر کہ ہم کو واپس بھیج دے اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت کا مشاہدہ اور تجربہ کرا کے ہدایت دینا ہوتا تو دنیا کی امتحان گاہ میں تم کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی کہ تم حقیقت کو براہ راست دیکھنے کے بجائے کائنات میں اور خود اپنے نفس میں اُس کی علامات دیکھ کر اپنی عقل سے اس کو پہنچانتے ہو یا نہیں۔ اور حقیقت جان لینے کے بعد اپنے نفس پر اتنا قابو پاتے ہو یا نہیں کہ خواہشات اور اغراض کی بندگی سے آزاد ہو کر اس حقیقت کو مان جاؤ اور اس کے مطابق اپنا طرزِ عمل درست کر لو۔ اس امتحان میں تم ناکام ہو چکے ہو۔ اب دوبارہ اسی امتحان کا سلسلہ کرنے سے کیا حاصل ہوگا۔ دوسرا امتحان اگر اس طرح لیا جائے کہ تمہیں وہ سب کچھ یاد ہو جو تم نے یہاں دیکھا اور سن لیا ہے تو یہ

سرے سے کوئی امتحان ہی نہ ہوگا۔ اور اگر پہلے کی طرح تمہیں خالی الذہن کر کے اور حقیقت کو اوجھل رکھ کر تمہیں 1511 پھر دنیا میں پیدا کر دیا جائے تو نتیجہ پہلے امتحان سے کچھ مختلف نہ ہوگا۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔17۔ کی وضاحت ایک حدیث سے ہوتی ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ فراہم کر رکھا ہے جسے نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کبھی کسی کان نے سنا اور نہ کوئی انسان کبھی اس کا تصور کر سکا ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔3

آیت۔21۔ میں عذاب ادنیٰ سے مراد دنیا کے مصائب، آفات اور امراض وغیرہ ہیں اور عذاب اکبر سے مراد آخرت کا عذاب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو ان کے گناہوں پر متنبہ کرنے کے لئے دنیا میں ان پر مصائب مسلط کر دیتا ہے تاکہ وہ اپنے گناہوں سے باز آجائیں اور آخرت کے عذاب اکبر سے نجات پائیں۔ اس طرح گنہگاروں کے لئے دنیا کے مصائب اور تکالیف ایک قسم کی رحمت ہی ہیں کہ غفلت سے باز آ کر عذاب آخرت سے بچ جائیں۔ البتہ جو لوگ آفات پر بھی اللہ کی طرف رجوع نہ ہوں، ان کے لئے یہ دوہرا عذاب ہو جاتا ہے۔ ایک اسی دنیا میں نقد اور دوسرا آخرت کا عذاب اکبر۔ انبیاء اور اولیاء اللہ پر جو مصائب آتے ہیں ان کا معاملہ الگ ہے، وہ ان کے امتحان اور رفع درجات کے لئے ہوتے ہیں۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر 23 تا 30

ترکیب

(آیت۔23) مِنۡ لِّقَآئِہٖ میں ہٖ کی ضمیر کو موسیٰ کے لئے بھی مانا جاسکتا ہے اور الکتٰب کے لئے بھی۔ دونوں طرح ترجمے کئے گئے ہیں اور دونوں درست ہیں۔ ہم ضمیر کا مرجع کتاب کو ماننے کو ترجیح دیں گے۔ (آیت۔26) کَمۡ اَہۡلَکۡنَا مِنۡ قَبۡلِہِمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ یہ پورا فقرہ لَمۡ یَہۡدِ کا فاعل ہے۔

ترجمہ:

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی	الۡکِتٰبَ	فَلَا تَکُنۡ	فِیۡ مِرۡیَۃٍ	مِّنۡ لِّقَآئِہٖ
اور بیشک ہم دے چکے ہیں موسیٰ کو	وہ کتاب (تورات)	تو آپ مت ہوں	کسی شبہ میں	اس (کتاب یعنی قرآن) کے ملنے سے

وَجَعَلۡنٰہُ	ہُدًی	لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿ۚ۲۳﴾	وَجَعَلۡنَا مِنۡہُمۡ	اَئِمَّۃً	یَّہۡدُوۡنَ
اور ہم نے بنایا اُس (تورات کو)	ہدایت	بنی اسرائیل کے لئے	اور ہم نے بنائے ان میں سے	کچھ ایسے پیشوا	جو رہنمائی کرتے تھے

بِاَمۡرِنَا	لَمَّا	صَبَرُوۡا ؕ	وَکَانُوۡا بِاٰیٰتِنَا یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۲۴﴾	اِنَّ رَبَّکَ
ہمارے حکم کے مطابق	جب	ان لوگوں نے صبر کیا	اور وہ لوگ ہماری آیات پر یقین کیا کرتے تھے	بیشک آپ کا رب

ہُوَ یَفۡصِلُ	بَیۡنَہُمۡ	یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ	فِیۡمَا	کَانُوۡا فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۲۵﴾
وہ ہی فیصلہ کرے گا	ان کے مابین	قیامت کے دن	اس میں	یہ لوگ جس میں اختلاف کرتے تھے

اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ	كَمْ اَهْلَكْنَا	مِنْ قَبْلِهِمْ	مِّنَ الْقُرُوْنِ	يَمْشُوْنَ 1511
اور کیا رہنمائی کی ہی نہیں ان کیلئے	(اس بات نے کہ) ہم کتنی ہی ہلاک کیں	اِن سے پہلے	قوموں میں سے	یہ لوگ چلتے ہیں

فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ط	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ط	اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٢٦﴾	اَوَلَمْ يَرَوْا
ان کے گھروں میں	بیشک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں	تو کیا یہ لوگ سنتے نہیں ہیں	اور کیا انہوں نے غور ہی نہیں کیا

اَنَّا نَسُوْقُ	الْمَآءَ	اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ	فَنُخْرِجُ بِهٖ	زَرْعًا	تَاْكُلُ مِنْهُ
کہ ہم ہانکتے (رواں کرتے) ہیں	پانی کو	بنجر زمین کی طرف	پھر ہم نکالتے ہیں اس سے	ایک ایسی کھیتی	کھاتے ہیں جس سے

اَنْعَامُهُمْ	وَاَنْفُسُهُمْ ط	اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٢٧﴾	وَيَقُوْلُوْنَ	مَتٰى
ان کے مویشی	اور ان کی جانیں (خود بھی)	تو کیا ان کو سجھائی نہیں دیتا	اور وہ لوگ کہتے ہیں	کب ہے (ہوگا)

هٰذَا الْفَتْحُ	اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٨﴾	قُلْ	يَوْمَ الْفَتْحِ
یہ فیصلہ	اگر تم لوگ سچ کہنے والے ہو	آپؐ کہئے	فیصلے کے دن

لَا يَنْفَعُ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا	اِيْمَانُهُمْ	وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٢٩﴾
نفع نہیں دے گا	ان کو جنہوں نے کفر کیا	ان کا ایمان	اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ	وَانْتَظِرْ	اِنَّهُمْ	مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿٣٠﴾ ع
پس آپؐ اعراض کریں ان سے	اور آپؐ انتظار کریں	بیشک یہ لوگ (بھی)	انتظار کرنے والے ہیں

نوٹ۔1

آیت۔23۔میں بظاہر خطاب نبی ﷺ سے ہے لیکن اصل مخاطب وہ لوگ ہیں جو آپ ﷺ کی رسالت میں اور آپ ﷺ پر کتاب الٰہی کے نازل ہونے میں شک کر رہے تھے۔آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایک بندے پر خدا کی طرف سے کتاب نازل ہونا کوئی نرالہ واقعہ تو نہیں ہے۔اس سے پہلے متعدد انبیاء پر کتابیں نازل ہو چکی ہیں، جن میں مشہور ترین کتاب وہ ہے جو موسیٰؑ کو دی گئی تھی۔اسی نوعیت کی ایک چیز آج تمہیں دی گئی ہے، تو اس میں انوکھی بات کیا ہے جس پر خواہ مخواہ شک کیا جائے۔(تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

خشک زمین کو سیراب کرنے اور اس میں نباتات اُگانے کا ذکر قرآن کریم میں جابجا اس طرح آیا ہے کہ زمین پر بارش برستی ہے اس سے زمین تروتازہ ہو کر اُگانے کے قابل ہو جاتی ہے۔مگر آیت۔27۔میں بارش کے بجائے پانی کو زمین پر چلا کر خشک زمین کی طرف لے جانے اور اس سے نباتات اگانے کا ذکر فرمایا ہے۔جہاں بارش نہیں ہوتی یا کم ہوتی ہے۔(معارف القرآن)

مورخہ ۱۴/محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

بمطابق 24 جنوری 2008ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الاحزاب (33)

آیت نمبر (1 تا 5)

ج و ف

(س) جَوۡفًا اندر سے کھوکھلا ہونا۔

جَوۡفٌ مکان کا اندرونی حصہ۔ زیر مطالعہ آیت۔4۔

ترجمہ:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ	اتَّقِ	اللّٰهَ	وَلَا تُطِعِ	الۡكٰفِرِیۡنَ وَالۡمُنٰفِقِیۡنَ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ
اے نبیؐ	آپؐ تقویٰ کریں	اللہ کا	اور آپؐ کہنا مت مانیں	کافروں کا اور منافقوں کا	بیشک اللہ

كَانَ	عَلِیۡمًا حَكِیۡمًا ۙ﴿۱﴾	وَّ اتَّبِعۡ	مَا	یُوۡحٰۤی	اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ
ہے	جاننے والا احکمت والا	اور آپؐ پیروی کریں	اس کی جو	وحی کیا جاتا ہے	آپؐ کی طرف آپؐ کے رب (کی طرف) سے	بیشک اللہ

كَانَ	بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ	خَبِیۡرًا ۙ﴿۲﴾	وَّ تَوَكَّلۡ	عَلَی اللّٰهِ ؕ	وَ كَفٰی بِاللّٰهِ
ہے	اس کی جو تم لوگ کرتے ہو	خبر رکھنے والا	اور آپؐ بھروسہ رکھیں	اللہ پر	اور کافی ہے اللہ

وَكِیۡلًا ﴿۳﴾	مَا جَعَلَ اللّٰهُ	لِرَجُلٍ	مِّنۡ قَلۡبَیۡنِ	فِیۡ جَوۡفِهٖ ۚ
بطور کارساز کے	نہیں بنایا اللہ نے	کسی مرد کے لئے	کوئی بھی دو دل	اس کے اندرونی حصے (سینے) میں

وَمَا جَعَلَ	اَزۡوَاجَكُمُ الّٰٓیِٴۡ	تُظٰهِرُوۡنَ مِنۡهُنَّ	اُمَّهٰتِكُمۡ ۚ	وَمَا جَعَلَ
اور اس نے نہیں بنایا	تمہاری اُن بیویوں کو	تم لوگ ظہار کرتے ہو جن سے	تمہاری مائیں	اور اس نے نہیں بنایا

اَدۡعِیَآءَكُمۡ	اَبۡنَآءَكُمۡ ؕ	ذٰلِكُمۡ	قَوۡلُكُمۡ	بِاَفۡوَاهِكُمۡ ؕ	وَاللّٰهُ یَقُوۡلُ
تمہارے منہ بولے بیٹوں کو	تمہارے بیٹے	یہ	تم لوگوں کا کہنا ہے	اپنے مونہوں سے	اور اللہ کہتا ہے

الۡحَقَّ	وَهُوَ یَهۡدِی	السَّبِیۡلَ ﴿۴﴾	اُدۡعُوۡهُمۡ	لِاٰبَآئِهِمۡ	هُوَ اَقۡسَطُ
حق (بات)	اور وہ رہنمائی کرتا ہے	راستے کی	تم لوگ پکارو ان (لے پالکوں) کو	ان کے باپوں (کے نام) سے	یہ زیادہ انصاف ہے

عِنۡدَ اللّٰهِ ۚ	فَاِنۡ لَّمۡ تَعۡلَمُوۡۤا	اٰبَآءَهُمۡ	فَاِخۡوَانُكُمۡ	فِی الدِّیۡنِ	وَمَوَالِیۡكُمۡ ؕ
اللہ کے نزدیک	پھر اگر تم لوگ نہ جانو	ان کے باپوں کو	تو (وہ) تمہارے بھائی ہیں	اس دین میں	اور تمہارے ساتھی ہیں

وَلَیۡسَ عَلَیۡكُمۡ	جُنَاحٌ	فِیۡمَاۤ	اَخۡطَاۡتُمۡ	بِهٖ ۙ	وَلٰكِنۡ	مَّا
اور تم لوگوں پر نہیں ہے	کوئی گناہ	اس میں	تم لوگ چوک گئے	جس میں	اور لیکن	اس میں (گناہ ہے) جس کا

تَعَمَّدَتْ	قُلُوْبُكُمْ ط	وَكَانَ اللّٰهُ	1511 غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑤
پختہ ارادہ کیا	تمہارے دلوں نے	اور اللہ ہے	بخشنے والا رحم کرنے والا

نوٹ۔1

یہ آیات اس وقت نازل ہوئی تھیں جب حضرت زیدؓ بی بی زینبؓ کو طلاق دے چکے تھے۔اس وقت نبی ﷺ خود بھی یہ محسوس فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا اشارہ بھی یہی تھا کہ منہ بولے رشتوں کے معاملہ میں جاہلیت کی رسوم پر ضرب لگانے کا یہ ٹھیک موقعہ ہے،اب آپ ﷺ کو خود آگے بڑھ کر اپنے منہ بولے بیٹے (زیدؓ) کی مطلقہ سے نکاح کر لینا چاہئے تاکہ یہ رسم قطعی طور پر ٹوٹ جائے۔لیکن آپ ﷺ اس لئے جھجک رہے تھے کہ کفار اور منافقین کو آپ ﷺ کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کے لئے ایک زبردست ہتھیار مل جائے گا۔یہ خوف اپنی بدنامی کے اندیشے سے نہ تھا بلکہ اس بنا پر تھا کہ اس سے اسلام کو زک پہنچے گی۔اس لئے حضور ﷺ یہ خیال کرتے تھے کہ جاہلیت کی ایک رسم کو توڑنے کی خاطر ایسا قدم اٹھانا خلاف مصلحت ہے۔چنانچہ تقریر کا آغاز کرتے ہوئے پہلے ہی فقرے میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ان اندیشوں کو رفع فرما دیا۔ارشاد کا منشا یہ ہے کہ دین کی مصلحت کو ہم زیادہ جانتے ہیں۔لہٰذا تم وہ طرز عمل اختیار نہ کرو جو کفار و منافقین کی مرضی کے مطابق ہو، بلکہ وہ کام کرو جو ہماری مرضی کے مطابق ہو۔(تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

ایک آدمی بیک وقت مومن اور منافق، سچا اور جھوٹا، بدکار اور نیکوکار نہیں ہوسکتا۔اس کے سینے میں دو دل نہیں ہیں کہ ایک دل میں اخلاص ہو اور دوسرے میں خدا سے بے خوفی۔ایک وقت میں آدمی کی ایک ہی حیثیت ہوسکتی ہے۔یا تو وہ مومن ہوگا یا منافق۔یا تو وہ کافر ہوگا یا مسلم۔(تفہیم القرآن)

آیت نمبر (6 تا 18)

ترجمہ:

اَلنَّبِيُّ	اَوْلٰى	بِالْمُؤْمِنِيْنَ	مِنْ اَنْفُسِهِمْ	وَاَزْوَاجُهٗٓ
یہ نبیؐ	زیادہ قریب ہیں	مومنوں کے	ان کی جانوں سے (بھی زیادہ)	اور ان (نبیؐ) کی بیویاں

اُمَّهٰتُهُمْ ط	وَاُولُوا الْاَرْحَامِ	بَعْضُهُمْ	اَوْلٰى	بِبَعْضٍ	فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ
ان (مومنوں) کی مائیں ہیں	اور رحمی رشتوں والے	ان کے بعض	زیادہ قریب ہیں	بعض کے	اللہ کی کتاب میں

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ	وَالْمُهٰجِرِيْنَ	اِلَّآ اَنْ	تَفْعَلُوْٓا	اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ	مَّعْرُوْفًا ط
مومنوں میں سے	اور مہاجروں میں سے	سوائے اس کے کہ	تم لوگ کرو	اپنے رفیقوں کی طرف	کوئی بھلائی

كَانَ ذٰلِكَ	فِي الْكِتٰبِ	مَسْطُوْرًا ⑥	وَاِذْ اَخَذْنَا	مِنَ النَّبِيّٖنَ
ہے یہ	کتاب میں	لکھا ہوا	اور جب ہم نے لیا	نبیوں سے

مِيْثَاقَهُمْ	وَمِنْكَ	وَمِنْ نُّوْحٍ	وَّاِبْرٰهِيْمَ	وَمُوْسٰى	وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ص
ان کا عہد	اور آپؐ سے	اور نوحؑ سے	اور ابراہیمؑ سے	اور موسیٰؑ سے	اور مریم کے بیٹے عیسیٰؑ سے

وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ	مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ⑦	لِّيَسْـَٔلَ	الصّٰدِقِيْنَ	عَنْ صِدْقِهِمْ ج
اور ہم نے لیا ان سے	ایک پختہ عہد	تاکہ وہ (اللہ) پوچھے	سچوں سے	ان کی سچائی کے بارے میں

وَاَعَدَّ	لِلْكٰفِرِيْنَ	عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٨﴾
اور اس نے تیار کیا	کافروں کے لئے	ایک دردناک عذاب

نوٹ۔1

اگر دیکھا جائے تو مومن کا ایمان ایک شعارع ہے اس نورِ اعظم کی جو آفتابِ نبوت سے پھیلتا ہے۔ بنا بریں ایک مومن اگر اپنی حقیقت سمجھنے کے لئے غور وفکر شروع کرے تو اپنی ایمانی ہستی سے پہلے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت حاصل کرنی پڑے گی۔ اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ نبی کا وجود مسعود خود ہماری ہستی سے بھی زیادہ ہم سے نزدیک ہے اور اگر اس روحانی تعلق کی بناء پر کہہ دیا جائے کہ مومنین کے حق میں نبی بمنزلہ باپ کے، بلکہ مراتب کے لحاظ سے اس سے بھی بڑھ کر ہے تو بالکل بجا ہوگا۔ باپ بیٹے کے تعلق پر غور کرو تو اس کا حاصل یہ ہی نکلے گا کہ بیٹے کا جسمانی وجود باپ کے جسم سے نکلا ہے اور باپ کی تربیت وشفقت اوروں سے بڑھ کر ہے۔ جبکہ امتی کا ایمانی وروحانی وجود نبی کی روحانیت کبریٰ کا ایک پرتو ہوتا ہے اور جو شفقت وتربیت نبی کی طرف سے ظہور پذیر ہوتی ہے، ماں باپ تو کیا تمام مخلوق میں اس کا نمونہ نہیں مل سکتا۔ باپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو دنیا کی عارضی حیات عطا فرمائی، لیکن نبی کے طفیل ابدی اور دائمی حیات ملتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری وہ ہمدردی اور خیر خواہانہ شفقت وتربیت فرماتے ہیں جو خود ہمارا نفس بھی اپنی نہیں کر سکتا۔ اسی لئے نبی کو ہماری جان ومال میں تصرف کرنے کا وہ حق پہنچتا ہے جو دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔ ان ہی حقائق پر نظر کرتے ہوئے احادیث میں فرمایا تم میں کوئی آدمی مومن نہیں ہو سکتا، جب تک میں اس کے نزدیک باپ، بیٹے اور سب آدمیوں بلکہ اس کی جان سے بھی بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔ (ترجمہ شیخ الہند)

آیت نمبر (9 تا 13)

ح ن ج ر

(رباعی) حَنْجَرَۃٌ گلا کاٹتے ہوئے سانس کی نالی تک کاٹ دینا۔ ذبح کرنا۔

حَنْجَرَۃٌ اسم ذات بھی ہے۔ نرخرہ (سانس کی نالی)۔ گلا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 10۔

ترجمہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا	اذْكُرُوْا	نِعْمَةَ اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ	اِذْ جَآءَتْكُمْ	جُنُوْدٌ
اے لوگوں جو ایمان لائے	تم لوگ یاد کرو	اللہ کی نعمت کو	تم لوگوں پر	جب آئے تمہارے پاس	کچھ لشکر

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ	رِيْحًا وَّجُنُوْدًا	لَّمْ تَرَوْهَا	وَكَانَ اللّٰهُ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرًا ﴿٩﴾
تو ہم نے بھیجا ان پر	ایک ہوا اور کچھ لشکر	تم لوگ نہیں دیکھتے تھے جن کو	اور اللہ ہے	اس کو جو تم لوگ کرتے ہو	دیکھنے والا

اِذْ جَآءُوْكُمْ	مِّنْ فَوْقِكُمْ	وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ	وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ
جب وہ (لشکر) آئے تمہارے پاس	تمہارے اوپر سے	اور تم سے نیچے سے	اور جب کج ہوئیں (پتھرا گئیں) آنکھیں

وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ	الْحَنَاجِرَ	وَ	تَظُنُّوْنَ	بِاللّٰهِ	الظُّنُوْنَا ﴿١٠﴾
اور پہنچے دل	گلوں تک	اس حال میں کہ	تم لوگ گمان کرتے تھے	اللہ کے بارے میں	بہت سے گمان

هُنَالِكَ	ابْتُلِيَ	الْمُؤْمِنُوْنَ	وَزُلْزِلُوْا	زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝۱۱	وَاِذْ يَقُوْلُ
وہیں	آزمائے گئے	ایمان لانے والے	اور ہلا مارے گئے	شدت سے ہلا مارنا	اور جب کہتے تھے
الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ	فِيْ قُلُوْبِهِمْ	مَّرَضٌ	مَّا وَعَدَنَا	اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ	اِلَّا غُرُوْرًا ۝۱۲
منافق اور وہ لوگ	جن کے دلوں میں	مرض تھا	نہیں وعدہ کیا ہم سے	اللہ نے اور اس کے رسول نے	مگر دھوکوں کا
وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ	مِّنْهُمْ	يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ	لَا مُقَامَ	لَكُمْ	فَارْجِعُوْا ۚ
اور جب کہا ایک گروہ نے	ان میں سے	اے یثرب کے لوگو	کوئی ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے	تمہارے لئے	تو تم لوگ واپس چلو
وَيَسْتَاْذِنُ	فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ	النَّبِيَّ	يَقُوْلُوْنَ	اِنَّ	بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ
اور اجازت مانگی	ایک فریق نے ان میں سے	ان نبی ﷺ سے	کہتے ہوئے	کہ	ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں
وَمَا هِيَ	بِعَوْرَةٍ ۚ	اِنْ يُّرِيْدُوْنَ	اِلَّا فِرَارًا ۝۱۳		
حالانکہ وہ	غیر محفوظ نہیں تھے	وہ لوگ ارادہ نہیں رکھتے	مگر فرار ہونے کا		

نوٹ۔1

اس میں اس سے اگلے رکوع میں غزوہ احزاب، جو جنگ خندق کے نام سے مشہور ہے اور غزوہ بنوقریظہ پر تبصرہ ہے۔ ان کے حالات بہت معروف ہیں اس لئے ان کو دہرایا نہیں جائے گا۔

غزوہ احزاب میں کافروں کی شکست کے دنیاوی اسباب بھی متعدد تھے۔ ان میں سے دو زیادہ اہم ہیں۔ کافروں کے لشکر میں یہودیوں اور مشرکین مکہ کے علاوہ دوسرے قبائل دراصل کرائے کے فوجی تھے۔ جن کو مختلف نوعیت کے لالچ دے کر اور وعدے کر کے اس جنگ میں شرکت پر آمادہ کیا گیا تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ عرب لوگ جنگجو تو تھے لیکن ان کی جنگ یہ ہوتی تھی کہ حملہ کیا، ماردھاڑ کی، لوٹ مار کی اور واپس چلے گئے۔ طویل جنگ کا ان کو کوئی تجربہ نہیں تھا اور نہ وہ اس کے لئے تیار ہو کر آئے تھے۔ ایک ماہ کے محاصرے کے دوران مدینہ والوں کی ضروریات کی پلائی معطل ہوگئی تھی، لیکن خود کافروں کی خوراک کی سپلائی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ (حافظ احمد یار صاحب کی کیسٹ سے ماخوذ)

آیت نمبر (14 تا 17)

ترکیب

(آیت۔14)۔ دَخَلَ۔ يَدْخُلُ فعل لازم ہے جس کا مجہول نہیں آتا، لیکن یہاں دُخِلَتْ فعل مجہول استعمال ہوا ہے۔ یہ عربی کا مخصوص استعمال ہے کہ اس کا مجہول دُخِلَ۔ يُدْخَلُ اور باب سمع سے دَخِلَ۔ يَدْخَلُ دونوں فعل معروف کے معانی میں استعمال ہوتے ہیں اور اس کے معنی ہوتے ہیں کسی جگہ کسی خرابی کا داخل ہونا۔ (المنجد)۔ دُخِلَتْ واحد مونث کا صیغہ ہے۔ اس کا فاعل اس میں شامل هِيَ کی ضمیر ہے جو جُنُوْدٌ کے لئے ہے۔ اَقْطَارِهَا میں هَا کی ضمیر یثرب کے لئے بھی ہو سکتی ہے اور بیوت کے لئے بھی۔ ہم اس کو یثرب کے لئے ماننے کو ترجیح دیں گے۔

ترجمہ:

وَلَوْ دُخِلَتْ	عَلَيْهِمْ	مِّنْ اَقْطَارِهَا	ثُمَّ سُئِلُوا	الْفِتْنَةَ
اور اگر (کچھ لشکر) گھس آتے	ان لوگوں پر	اس (یثرب) کے کناروں سے	پھر ان سے مانگا جاتا	فتنہ (یعنی ارتداد)

لَاٰتَوْهَا	وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ	اِلَّا يَسِيْرًا ⑭	وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا
تو یہ لوگ ضرور دے بیٹھتے وہ (مرتد ہو جاتے)	اور دیر نہ کرتے اس میں (مرتد ہونے میں)	مگر تھوڑی سی	اور یقیناً یہ لوگ معاہدہ کر چکے تھے

اللّٰهَ	مِنْ قَبْلُ	لَا يُوَلُّوْنَ	الْاَدْبَارَ	وَكَانَ	عَهْدُ اللّٰهِ	مَسْـُٔوْلًا ⑮	قُلْ
اللہ سے	پہلے سے	(کہ) وہ لوگ نہیں پھیریں گے	پیٹھوں کو	اور ہے	اللہ کا عہد	پوچھا جانے والا	آپؐ کہہ دیجئے

لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ	الْفِرَارُ	اِنْ فَرَرْتُمْ	مِّنَ الْمَوْتِ	اَوِ الْقَتْلِ	وَاِذًا
ہرگز نفع نہیں دے گا تم لوگوں کو	بھاگنا	اگر تم لوگ بھاگتے ہو	موت سے	یا قتل ہونے سے	اور تب تو

لَّا تُمَتَّعُوْنَ	اِلَّا قَلِيْلًا ⑯	قُلْ	مَنْ ذَا الَّذِيْ	يَعْصِمُكُمْ	مِّنَ اللّٰهِ
تم کو فائدہ نہیں اٹھانے دیا جائے گا	مگر تھوڑا سا (چند دن)	آپؐ کہئے	کون ہے وہ جو	بچائے گا تم کو	اللہ سے

اِنْ اَرَادَ	بِكُمْ	سُوْٓءًا	اَوْ اَرَادَ بِكُمْ	رَحْمَةً
اگر وہ ارادہ کرے	تمہارے بارے میں	کسی برائی کا	یا وہ ارادہ کرے تمہارے بارے میں	کسی رحمت کا

وَلَا يَجِدُوْنَ	لَهُمْ	مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ	وَلِيًّا	وَّلَا نَصِيْرًا ⑰
اور وہ نہیں پائیں گے	اپنے لئے	اللہ کے علاوہ	کوئی ولی	اور نہ کوئی مدد کرنے والا

نوٹ۔1

آیت۔۱۷۔ میں عربی کے معروف قاعدے کے مطابق اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً سے پہلے جملہ کا ایک حصہ محذوف ہے۔ پوری بات یوں ہے۔ اَوْ يُمْسِكُ رَحْمَتَهٗ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً۔ (یا اس کی رحمت کو روک سکے اگر وہ تم پر رحمت کرنا چاہے) عربی میں حذف کے اس اسلوب کی مثالیں بہت ہیں، لیکن اردو میں یہ اسلوب موجود نہیں ہے۔ (تدبر القرآن)

آیت نمبر 18 تا 20

ع و ق

(ن) عَوْقًا : روکنا۔ باز رکھنا۔ منع کرنا۔

(تفعیل) تَعْوِيْقًا : کثرت سے روکنا۔ بار بار منع کرنا۔

مُعَوِّقٌ : اسم الفاعل ہے۔ روکنے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔18۔

س ل ق

(ن) سَلْقًا : (1) زبان درازی کرنا۔ طعنہ دینا۔ (2) چرب زبانی کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔19۔

ترجمہ:

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ	الْمُعَوِّقِيْنَ	مِنْكُمْ	وَالْقَآئِلِيْنَ	لِاِخْوَانِهِمْ	هَلُمَّ
جانتا رہا ہے اللہ	روکنے والوں کو	تم میں سے	اور کہنے والوں کو	اپنے بھائیوں سے	چلے آؤ

اِلَيْنَا	وَلَا يَاْتُوْنَ	الْبَاْسَ	اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾	اَشِحَّةً	عَلَيْكُمْ
ہماری طرف	اور وہ لوگ نہیں آئے	جنگ کے پاس	مگر تھوڑا سا (کبھی کبھی)	کنجوس کرنے والے ہوتے ہوئے	تم لوگوں پر
فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ	رَاَيْتَهُمْ	يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ	تَدُوْرُ	اَعْيُنُهُمْ	كَالَّذِيْ
پھر جب آتا ہے خوف (کا وقت)	آپؐ دیکھتے ہیں ان کو	(کہ) وہ لوگ دیکھتے ہیں آپؐ کی طرف	گھومتی ہیں	ان کی آنکھیں	اس کی مانند

يُغْشٰى عَلَيْهِ	مِنَ الْمَوْتِ	فَاِذَا ذَهَبَ	الْخَوْفُ	سَلَقُوْكُمْ
ڈھانپ دیا جاتا ہے جس پر	موت میں سے	پھر جب چلا جاتا ہے	خوف (کا وقت)	تو یہ لوگ چرب زبانی کرتے ہیں تم لوگوں سے

بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ	اَشِحَّةً	عَلَى الْخَيْرِ	اُولٰٓئِكَ	لَمْ يُؤْمِنُوْا	فَاَحْبَطَ اللّٰهُ
تیز تیز زبانوں کے ساتھ	رال ٹپکانے والے ہوتے ہوئے	بھلائی (مال غنیمت) پر	یہ لوگ ہیں	جو ایمان لائے ہی نہیں	تو اکارت کیا اللہ نے
اَعْمَالَهُمْ	وَكَانَ ذٰلِكَ	عَلَى اللّٰهِ	يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾	يَحْسَبُوْنَ	الْاَحْزَابَ
ان کے اعمال کو	اور یہ ہے	اللہ پر	آسان	وہ لوگ سمجھتے ہیں	لشکروں کو
لَمْ يَذْهَبُوْا	وَاِنْ يَّاْتِ	الْاَحْزَابُ	يَوَدُّوْا	لَوْ اَنَّهُمْ	بَادُوْنَ
(کہ) وہ گئے ہی نہیں	اور اگر آ جاتے	لشکر	تو وہ لوگ آرزو کرتے	(کہ) کاش وہ لوگ	صحرا نشین ہوتے

فِي الْاَعْرَابِ	يَسْاَلُوْنَ	عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ	وَلَوْ كَانُوْا	فِيْكُمْ	مَّا قٰتَلُوْٓا	اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲۰﴾
دیہاتوں میں	پوچھتے ہوتے	تمہاری خبروں کے بارے میں	اور اگر وہ ہوتے	تم لوگوں میں	تو وہ لوگ جنگ نہ کرتے	مگر تھوڑا سا

نوٹ۔1

آیت۔19۔ میں اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا سے يَسِيْرًا تک کا جو حصہ ہے یہ کچھ لوگوں کی بعض شدید قسم کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہے۔ بہت سے لوگ ارادے اور نیت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ ان لوگوں کے خیال میں کسی کا کوئی عمل اگر اچھا ہے تو وہ لازماً آخرت میں بھی اس کا ثواب پائے گا۔ حالانکہ یہ بات حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔ اللہ کے ہاں کسی کے بڑے سے بڑے عمل کی بھی کوئی وقعت نہیں ہے اگر وہ اس کی رضا کے لئے نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ ہر اس عمل کو قبول فرمائے گا جو اس کے احکام کے مطابق اور خالص اس کی رضا جوئی کے لئے کیا جائے۔ اگر کوئی عمل اس کی رضا جوئی کے سوا کسی اور کی رضا یا کسی اور غرض کے لئے کیا جائے گا تو ایسے عمل کو اللہ تعالیٰ عمل کرنے والے کے منہ پر پھینک مارے گا کہ اس کا صلہ وہ ان سے لے جن کی خوشنودی کے لئے اس نے کیا ہے۔ بعض لوگوں کو یہ مغالطہ بھی ہو جاتا ہے کہ خدا بڑا مہربان و کریم ہے۔ اس وجہ سے جو کچھ بھی اور جس طرح بھی کوئی نیکی کا کام کردے گا اور اس کو قبول فرمائے گا۔ اس میں ذرا شبہ نہیں کہ خدا بڑا ہی مہربان و کریم ہے، لیکن ساتھ ہی وہ نہایت غیور و غنی بھی ہے۔ اس وجہ سے ایسے لوگوں کے اعمال کو پامال کر دینا اس پر ذرا بھی گراں نہیں ہوگا جن کا قبول کرنا اس کی غیرت کے منافی ہو۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر 21 تا 24

ن ح ب

(ض۔ن)

نَحْبًا شرط لگانا۔ نذر ماننا۔

نَحْبٌ نذر۔ منت۔ زیر مطالعہ آیت۔23۔

ترجمہ:

لَقَدْ کَانَ	لَکُمْ	فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ	اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	لِّمَنْ	کَانَ یَرْجُوا
یقیناً ہو چکا	تمہارے لئے	اللہ کے رسول میں	ایک بھلائی والا نمونہ	اس کے لئے جو	امید کرتا رہے
اللّٰهَ	وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ	وَذَکَرَ اللّٰهَ	کَثِیْرًا ﴿۲۱﴾	وَلَمَّا	رَاَ
اللہ (کی رحمت) کی	اور آخری دن (کے اجر) کی	اور یاد کرے اللہ کو	کثرت سے	اور جب	دیکھا
الْمُؤْمِنُوْنَ	الْاَحْزَابَ	قَالُوْا	هٰذَا مَا	وَعَدَنَا	اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
مومنوں نے	لشکروں کو	تو انہوں نے کہا	یہ وہ ہے جو	وعدہ کیا ہم سے	اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے
وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ	وَمَا زَادَهُمْ	اِلَّآ اِیْمَانًا	وَّتَسْلِیْمًا ﴿۲۲﴾		
اور سچ کہا اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے	اور اس نے زیادہ نہیں کیا ان کو	مگر بلحاظ ایمان لانے کے	اور بلحاظ فرمانبرداری کرنے کے		
مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ	رِجَالٌ	صَدَقُوْا	مَا	عَاهَدُوا اللّٰهَ	عَلَیْهِ
مومنوں میں سے	کچھ ایسے مرد ہیں	جنہوں نے سچ کر دیا	اس کو	انہوں نے معاہدہ کیا اللہ سے	جس پر
فَمِنْهُمْ مَّنْ	قَضٰی	نَحْبَهٗ	وَمِنْهُمْ مَّنْ	یَّنْتَظِرُ	وَمَا بَدَّلُوْا
تو ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے	پورا کیا	اپنی منت کو	اور ان میں وہ بھی ہیں جو	انتظار کرتے ہیں	اور انہوں نے تبدیلی نہیں کی
تَبْدِیْلًا ﴿۲۳﴾	لِّیَجْزِیَ اللّٰهُ	الصّٰدِقِیْنَ	بِصِدْقِهِمْ	وَیُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ	
کچھ بھی تبدیلی	نتیجۃً بدلہ دے گا اللہ	سچ کر دکھانے والوں کو	ان کی سچائی کے سبب سے	اور عذاب دے گا منافقوں کو	
اِنْ شَآءَ	اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ	اِنَّ اللّٰهَ کَانَ	غَفُوْرًا	رَّحِیْمًا ﴿۲۴﴾	
اگر اس نے چاہا	یا توبہ قبول کرے گا ان کی	یقیناً اللہ ہے	بے انتہا بخشنے والا	ہر حال میں رحم کرنے والا	

نوٹ۔1

آیت۔12۔ میں منافقوں کا قول گزر چکا ہے کہ دشمنوں کے ہجوم کو دیکھ کر انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے جو وعدے ہم سے کئے گئے وہ سب فریب ثابت ہوئے۔ اب آیت۔22۔ میں ان کے مقابل میں سچے مسلمانوں کا تاثر بیان ہوا ہے کہ انہوں نے دشمنوں کے نرغہ کو دیکھ کر کہا کہ یہ تو وہی امتحان ہمیں پیش آیا ہے جس کی اللہ اور اس کے رسول نے پہلے سے ہمیں خبر دی تھی۔ یہ اشارہ قرآن کی ان متعدد آیات کی طرف ہے جن میں مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ البقرہ کی آیت۔24۔ میں ہے کہ تم لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی ایسے حالات پیش نہیں آئے جو اُن کو پیش آئے جو تم

سے پہلے تھے۔ یا سورۃ عنکبوت کی آیت۔2۔ میں ہے کہ کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ یہ کہنے پر چھوڑ دیئے[1511] جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور اُن کو آزمایا نہ جائے گا۔ وغیرہ۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر 25 تا 27

ص ی ص

ثلاثی مجرد سے فعل استعمال نہیں ہوتا

صِیْصَۃٌ ج صَیَاصٍ۔ حفاظت کا ذریعہ۔ قلعہ۔ زیر مطالعہ آیت۔26۔

ترجمہ:

وَرَدَّ اللّٰهُ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	بِغَيْظِهِمْ	لَمْ يَنَالُوْا	خَيْرًا ؕ
واپس کر دیا اللہ نے	ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا	ان کے غیظ و غضب کے ساتھ	انہوں نے حاصل نہیں کی	کوئی بھلائی

وَكَفَى اللّٰهُ	الْمُؤْمِنِيْنَ	الْقِتَالَ ؕ	وَكَانَ اللّٰهُ	قَوِيًّا	عَزِيْزًا ۚ﴿۲۵﴾
اور کافی رہا اللہ	مومنوں کو	جنگ میں	اور اللہ ہے	قوت والا	بالا دست

وَاَنْزَلَ	الَّذِيْنَ	ظَاهَرُوْهُمْ	مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ	مِنْ صَيَاصِيْهِمْ
اور اس نے اتارا	ان لوگوں کو جنہوں نے	مدد کی ان (کافروں) کی	اہل کتاب میں سے	ان کے قلعوں سے

وَقَذَفَ	فِيْ قُلُوْبِهِمُ	الرُّعْبَ	فَرِيْقًا	تَقْتُلُوْنَ	وَتَاْسِرُوْنَ	فَرِيْقًا ۚ﴿۲۶﴾
اور اس نے پھینک مارا	ان کے دلوں میں	رعب کو	ایک فریق کو	تم لوگ قتل کرتے تھے	اور قیدی بناتے تھے	کسی فریق کو

وَاَوْرَثَكُمْ	اَرْضَهُمْ	وَدِيَارَهُمْ	وَاَمْوَالَهُمْ	وَاَرْضًا
اور اس نے وارث بنایا تم کو	ان کی زمین کا	اور ان کے گھروں کا	اور ان کے مالوں کا	اور ایک ایسی زمین کا جس کو

لَّمْ تَطَئُوْهَا ؕ	وَكَانَ اللّٰهُ	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	قَدِيْرًا ۧ﴿۲۷﴾
تم نے قدموں سے نہیں روندا	اور اللہ ہے	ہر چیز پر	قدرت رکھنے والا

نوٹ۔1

آیت۔26۔ میں اَلَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ میں اشارہ ہے بنو قریظہ کی طرف جنہوں نے آنے والے لشکروں کی مدد کی تھی، لشکروں کی واپسی کے بعد بنو قریظہ کا محاصرہ کیا گیا جو تقریباً 25 دن جاری رہا۔ پھر یہودیوں نے حضرت سعد بن معاذؓ کا حکم مان لیا کہ وہ جو فیصلہ کریں گے ان کو قبول ہوگا۔ حضرت سعدؓ نے فیصلہ دیا کہ ان کے تمام قابل جنگ افراد قتل کر دیئے جائیں اور باقی لوگوں کو غلام اور لونڈی بنا لیا جائے۔ آیت۔۲۷۔ لَمْ تَطَئُوْهَا میں مستقبل کی فتوحات کی بشارت ہے۔ خصوصاً خیبر کی فتح کی۔

آیت نمبر 28 تا 31

ترجمہ:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ	قُلْ	لِّاَزْوَاجِكَ	اِنْ كُنْتُنَّ	تُرِدْنَ	الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا
اے نبیؐ	آپ کہہ دیجئے	اپنی ازواج سے	اگر تم لوگ ہو (کہ)	تم لوگ چاہتی ہو	دنیوی زندگی کو

وَزِيْنَتَهَا	فَتَعَالَيْنَ	اُمَتِّعْكُنَّ	وَاُسَرِّحْكُنَّ	1511 سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿٢٨﴾
اور اس کی زینت کو	تو تم سب آؤ	میں کچھ سامان دیتا ہوں تم سب کو	اور میں آزاد کرتا ہوں تم کو	خوبصورتی سے آزاد کرنا

وَاِنْ كُنْتُنَّ	تُرِدْنَ	اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ	فَاِنَّ اللّٰهَ	اَعَدَّ
اور اگر تم لوگ ہو (کہ)	تم لوگ چاہتی ہو	اللہ کو اور اس کے رسولؐ کو	اور آخری گھر کو	تو بیشک اللہ نے	تیار کیا

لِلْمُحْسِنٰتِ	مِنْكُنَّ	اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٢٩﴾	يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ	مَنْ	يَّاْتِ
نیکی کرنے والیوں کے لئے	تم میں سے	ایک اجر عظیم	اے نبیؐ کی خواتین	جو کوئی	کرے گی

مِنْكُنَّ	بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ	يُّضٰعَفْ	لَهَا	الْعَذَابُ	ضِعْفَيْنِ ۭ	وَكَانَ ذٰلِكَ
تم میں سے	کوئی کھلی بے حیائی	تو بڑھایا جائے گا	اس کے لئے	عذاب کو	دوگنا	اور یہ ہے

عَلَى اللّٰهِ	يَسِيْرًا ﴿٣٠﴾	وَمَنْ يَّقْنُتْ	مِنْكُنَّ	لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
اللہ پر	آسان	اور جو کوئی فرمانبرداری کرے گی	تم میں سے	اللہ کی اور اس کے رسول کی

وَتَعْمَلْ	صَالِحًا	نُّؤْتِهَآ	اَجْرَهَا	مَرَّتَيْنِ ۙ	وَاَعْتَدْنَا لَهَا	رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿٣١﴾
اور عمل کرے گی	نیک	تو ہم دیں گے اس کو	اس کا اجر	دوبار	اور ہم نے تیار کیا اس کے لئے	عزت والی روزی

نوٹ۔1

غزوہ احزاب کے بعد بنونضیر، پھر بنو قریظہ کی فتوحات اور اموال غنیمت کی تقسیم نے مسلمانوں میں ایک گونہ خوشحالی پیدا کردی تھی۔ اس وقت ازواج مطہرات کو یہ خیال ہوا کہ ان اموال غنیمت میں سے رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنا حصہ رکھا ہوگا۔ اس لئے انہوں نے خرچہ میں اضافہ کا مطالبہ کیا۔ آیت۔28۔29۔ نے ازواج مطہرات کو اختیار دے دیا کہ وہ چاہیں تو رسول اللہ ﷺ کی موجودہ حالت یعنی معاشی تنگی کے ساتھ آپ ﷺ کی زوجیت میں رہیں یا طلاق حاصل کر کے آزاد ہو جائیں۔ قرآن کا یہ حکم سب ازواج کو سنایا گیا اور سب نے اللہ کو اور اس کے رسول ﷺ کو اور آخرت کو اختیار کیا۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔2

آیات۔30۔31۔ میں ازواج مطہرات کی یہ خصوصیت بیان کی گئی ہے کہ اگر وہ کوئی غلط کام کریں گی تو ان کو دوگنا عذاب دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر وہ کوئی نیک عمل کریں گی تو ان کو ثواب بھی دوہرا دیا جائے گا۔ ایک حیثیت سے یہ ان کے اس عمل کی جزاء ہے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زوجیت پر دنیا کی فراخی کو قربان کر دیا۔

نوٹ۔3

آیت۔٣١۔ کے الفاظ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات تمام دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں۔ مگر سورۂ ال عمران کی آیت سے بی بی مریم کا سارے جہاں کی عورتوں سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کافی ہیں تم کو ساری عورتوں میں سے مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد (ام المومنین) اور فاطمہ بنت محمد (ﷺ) اور آسیہ زوجہ فرعون۔ اس حدیث میں بی بی مریم کے ساتھ اور تین عورتوں کو نسا العالمین سے افضل فرمایا ہے۔ اس لئے مذکورہ آیات میں ازواج مطہرات کی فضیلت ایک خاص حیثیت سے ہے یعنی ازواج النبی ہونے کی حیثیت سے، جس میں وہ دوسری عورتوں سے افضل ہیں، لیکن اس سے عام فضیلت مطلقہ ثابت نہیں ہوتی۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر 32 تا 34

1511

ترجمہ:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ	لَسْتُنَّ	کَاَحَدٍ	مِّنَ النِّسَآءِ	اِنِ اتَّقَیْتُنَّ	فَلَا تَخْضَعْنَ
اے نبی کی خواتین	تم لوگ نہیں ہو	کسی ایک کی مانند	عورتوں میں سے	اگر تم لوگ تقویٰ اختیار کرو	پس تم لوگ تواضع مت کرو

بِالْقَوْلِ	فَیَطْمَعَ	الَّذِیْ	فِیْ قَلْبِهٖ	مَرَضٌ	وَّ قُلْنَ	قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ج ۳۲
بات سے	نتیجۃً لالچ کرے	وہ جس کے	دل میں	کوئی روگ ہو	اور تم لوگ کہو	معقول بات

وَقَرْنَ	فِیْ بُیُوْتِكُنَّ	وَلَا تَبَرَّجْنَ	تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی	وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ
اور تم لوگ قرار پکڑو	اپنے گھروں میں	اور خود کو نمایاں مت کرو	جیسے سابقہ جاہلیت کا نمایاں کرنا	اور قائم رکھو نماز کو

وَاٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ	وَ اَطِعْنَ	اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ط	اِنَّمَا	یُرِیْدُ اللّٰهُ	لِیُذْهِبَ
اور پہنچاو زکوۃ	اور اطاعت کرو	اللہ اور اس کے رسول کی	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	اللہ چاہتا ہے	کہ وہ لے جائے

عَنْكُمُ	الرِّجْسَ	اَهْلَ الْبَیْتِ	وَ یُطَهِّرَكُمْ	تَطْهِیْرًا ج ۳۳	وَاذْكُرْنَ مَا
تم لوگوں سے	گندے (رواج) کو	اے اِس گھر والو	اور تاکہ وہ پاک کرے تم کو	جیسے پاک کرنا ہوتا ہے	اور یاد رکھو اس کو جو

یُتْلٰی	فِیْ بُیُوْتِكُنَّ	مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ	وَالْحِكْمَةِ ط	اِنَّ اللّٰهَ كَانَ	لَطِیْفًا	خَبِیْرًا ع ۳۴
تلاوت کیا جاتا ہے	تمہارے گھروں میں	اللہ کی آیات میں سے	اور حکمت میں سے	بیشک اللہ ہے	باریک بین	باخبر

نوٹ۔1

حضرت ابن عباسؓ سے روایت منقول ہے کہ انہوں نے آیت۔33۔ میں اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات کو قرار دیا اور استدلال میں اگلی آیت وَاذْكُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِكُنَّ پیش کی، لیکن حدیث کی متعدد روایات اس پر شاہد ہیں کہ اہل بیت میں حضرت فاطمہؓ اور علیؓ اور حضرت حسنؓ بھی شامل ہیں۔ ابن کثیر نے فرمایا کہ درحقیقت ان دونوں اقوال میں جو ائمہ تفسیر سے منقول ہیں کوئی تضاد نہیں ہے۔ جن لوگوں نے یہ کہا کہ یہ آیت ازواج مطہرات کی شان میں نازل ہوئی اور اہل بیت سے وہ مراد ہیں، یہ اس کے منافی نہیں کہ دوسرے حضرات بھی اہل بیت میں شامل ہوں۔ اس لئے صحیح یہی ہے کہ لفظ اہل بیت میں ازواج مطہرت بھی داخل ہیں کیونکہ اس آیت کا شان نزول وہی ہیں اور ارشاد نبوی کے مطابق حضرت فاطمہ وعلی وحسن وحسین رضی اللہ عنہم بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔ (معاف القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔34۔ میں اٰیٰتُ اللّٰهِ سے مراد قرآن اور اَلْحِكْمَةِ سے مراد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور سنت رسول ﷺ ہے۔ ابن عربی نے احکام القرآن میں فرمایا کہ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ سے کوئی آیت قرآن یا حدیث سنے اس پر لازم ہے کہ وہ امت کو پہنچائے۔ یہاں تک کہ ازواج مطہرات پر بھی لازم ہو گیا کہ اللہ کی امانت امت کو پہنچائیں۔ (معارف القرآن) چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ نبی ﷺ کا علم و عمل جتنا آپؐ کی ازواج مطہرات کے ذریعہ سے پھیلا ہے اس کی مقدار صحابہ کرامؓ کے ذریعے پھیلے ہوئے علم سے کسی طرح کم نہیں ہے اور اس آیت سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ اس مشن پر

آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کو اللہ تعالیٰ نے خود مامور فرمایا تھا۔ ہمارے نزدیک یہ مصلحت بھی من جملہ ان 1511 مصالح کے ہے جن کی بنا پر آپ ﷺ کی تعدد ازواج کی خاص اجازت دی تھی۔ (تدبر قرآن)

نوٹ۔3

آیت۔34۔ میں حکمت کے لفظ کا اطلاق کتاب اللہ کی تعلیمات پر بھی ہوسکتا ہے۔ مگر صرف ان ہی کے ساتھ اس کو خاص کر دینے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ قرآن کی آیات سنانے کے علاوہ جس حکمت کی تعلیم نبی ﷺ اپنی سیرت پاک سے اور اپنے ارشادات سے دیتے تھے وہ بھی لامحالہ اس میں شامل ہے۔ بعض لوگ محض اس بنیاد پر کہ آیت میں مَا یُتْلٰی (جو تلاوت کی جاتی ہیں) کا لفظ استعمال ہوا ہے، یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آیات اللہ اور حکمت سے مراد صرف قرآن ہے۔ کیونکہ تلاوت کا لفظ اصطلاحاً قرآن کی تلاوت کے لئے مخصوص ہے۔ لیکن یہ استدلال بالکل غلط ہے۔ تلاوت کے لفظ کو اصطلاح کے طور پر قرآن کی تلاوت کے لئے مخصوص کر دینا بعد کے لوگوں کا کام ہے۔ قرآن میں اس لفظ کو اصطلاح کے طور پر استعمال نہیں کیا گیا۔ سورۃ البقرہ کی آیت۔۱۰۲ میں یہی لفظ جادو کے ان منتروں کے لئے استعمال کیا گیا جو شیاطین حضرت سلیمانؑ کی طرف منسوب کر کے لوگوں کو سناتے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن اس لفظ کو اس کے لغوی معنی میں استعمال کرتا ہے، کتاب اللہ کی آیات سنانے کے لئے اصطلاحاً مخصوص نہیں کرتا۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (35 تا 36)

ترجمہ:

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ	وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
بیشک تابعداری قبول کرنے والے اور تابعداری قبول کرنے والیاں	اور ایمان لانے والے اور ایمان لانے والیاں
وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ	وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ
اور تابعداری کرنے والے اور تابعداری کرنے والیاں	اور سچ کرنے والے اور سچ کرنے والیاں
وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ	وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ
اور ثابت قدم رہنے والے اور ثابت قدم رہنے والیاں	اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں
وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ	وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ
اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں	اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں

وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ	وَالْحٰفِظٰتِ	وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا
اور حفاظت کرنے والے اپنی شرمگاہوں کی	اور حفاظت کرنے والیاں	اور یاد کرنے والے اللہ کو کثرت سے

وَّالذّٰكِرٰتِ	اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ	مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾	وَمَا كَانَ
اور یاد کرنے والیاں	اللہ نے تیار کیا ان کے لئے	ایک مغفرت اور ایک اجر عظیم	اور نہیں ہے

لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ	اِذَا قَضَى	اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ	اَمْرًا	اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ
کسی مومن مرد اور نہ ہی کسی مومن عورت کے لئے	جب فیصلہ کردے	اللہ اور اس کا رسول	کسی معاملہ کا	کہ ہو ان کے لئے

الْخِيَرَةُ	مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ	وَمَنْ يَّعْصِ	اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ	فَقَدْ ضَلَّ	1511 ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ ﴿۳۶﴾
اختیار	ان کے کام میں	اور جو نافرمانی کرتا ہے	اللہ اور اس کے رسول کی	تو وہ بھٹک گیا ہے	صریحاً بھٹکنا

نوٹ۔1

آیت ۔۳۶۔اُس وقت نازل ہوئی تھی جب نبی ﷺ نے حضرت زیدؓ کے لئے بی بی زینبؓ کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا تھا اور بی بی زینبؓ اور ان کے بھائی نے اسے نامنظور کر دیا تھا۔ان لوگوں کو یہ بات ناگوار تھی کہ اتنے اونچے گھرانے کی لڑکی اور اپنی پھوپھی زاد بہن کے لئے آپ ﷺ اپنے آزاد کردہ غلام کا پیغام دے رہے ہیں۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔اسے سنتے ہی بی بی زینبؓ اور ان کے خاندان والوں نے سر اطاعت خم کر دیا۔اس کے بعد نبی ﷺ نے ان کا نکاح پڑھایا، یہ آیت اگرچہ ایک خاص موقعہ پر نازل ہوئی ہے مگر جو حکم اس میں بیان کیا گیا ہے وہ اسلامی آئینہ کا اصل الاصول ہے اور کا اطلاق پورے اسلامی نظام زندگی پر ہوتا ہے۔اس کی رو سے کسی مسلمان فرد یا قوم یا ادارے یا عدالت یا پارلیمنٹ یا ریاست کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جس معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے کوئی حکم ثابت ہو اس میں وہ اپنی آزادیٔ رائے استعمال کرے۔(تفہیم القرآن)

آیت نمبر (37 تا 40)

ترجمہ:

وَاِذْ تَقُوْلُ	لِلَّذِیْٓ	اَنْعَمَ اللّٰهُ	عَلَيْهِ	وَ اَنْعَمْتَ
اور جب آپؐ کہتے تھے	اس (شخص) سے	انعام کیا اللہ نے	جس پر	اور آپؐ نے انعام کیا
عَلَيْهِ	اَمْسِكْ	عَلَيْكَ	زَوْجَكَ	وَاتَّقِ اللّٰهَ
جس پر	(کہ) تو تھامے رکھ	اپنے پاس	اپنی بیوی کو	اور تو تقویٰ کر اللہ کا

وَتُخْفِیْ	فِیْ نَفْسِكَ	مَا	اللّٰهُ مُبْدِيْهِ	وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ
اور آپؐ چھپاتے تھے	اپنے جی میں	اس کو	اللہ ظاہر کرنے والا تھا جس کو	حاجت (یعنی طلاق دے دی)

وَاللّٰهُ اَحَقُّ	اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ	فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ	مِّنْهَا	وَطَرًا	
اور اللہ سب سے زیادہ حقدار ہے	کہ آپؐ ڈریں اس سے	تو پھر جب پوری کی زیدؓ نے	اس (بیوی) سے	اور آپؐ ڈرتے تھے لوگوں سے	

زَوَّجْنٰكَهَا	لِكَیْ لَا يَكُوْنَ	عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	حَرَجٌ
تو ہم نے جوڑا بنایا (نکاح کیا) آپؐ کا اُنؓ سے	تاکہ نہ ہو	مومنوں پر	کوئی حرج

فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ	اِذَا قَضَوْا	مِنْهُنَّ	وَطَرًا ؕ	وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ	مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾
اپنے منہ بولوں کی بیویوں میں	جب وہ پوری کریں	ان سے	حاجت	اور تھا اللہ کا حکم	کیا جانے والا

مَا كَانَ عَلَى النَّبِیِّ	مِنْ حَرَجٍ	فِيْمَا	فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ	سُنَّةَ اللّٰهِ
نہیں ہے اِن نبیؐ پر	کوئی بھی حرج	اس میں جو	فرض کیا اللہ نے انؐ کے لئے	(آپؐ پائیں گے) اللہ کی سنت کو

فِى الَّذِيْنَ	خَلَوْا	مِنْ قَبْلُ ؕ	وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ	قَدَرًا	1511 مَّقْدُوْرَا ۟ۙ (۳۸)
ان (انبیاء) میں جو	گزرے	اس سے پہلے	اور ہے اللہ کا حکم	ایک اندازے سے	اندازہ کیا ہوا

الَّذِيْنَ	يُبَلِّغُوْنَ	رِسٰلٰتِ اللّٰهِ	وَيَخْشَوْنَهٗ	وَلَا يَخْشَوْنَ	اَحَدًا
وہ لوگ جو	تبلیغ کرتے ہیں	اللہ کے پیغامات کی	اور وہ ڈرتے ہیں اس سے	اور وہ لوگ نہیں ڈرتے	کسی ایک سے

اِلَّا اللّٰهَ ؕ	وَكَفٰى بِاللّٰهِ	حَسِيْبًا (۳۹)	مَا كَانَ	مُحَمَّدٌ	اَبَآ اَحَدٍ	مِّنْ رِّجَالِكُمْ
سوائے اللہ کے	اور کافی ہے اللہ	بطور حساب کرنے والے کے	نہیں ہیں	محمدؐ	کسی ایک کے والد	تمہارے مردوں میں سے

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ	وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ	وَكَانَ اللّٰهُ	بِكُلِّ شَیْءٍ	عَلِيْمًا (۴۰) ع
اور لیکن اللہ کے رسول ہیں	اور نبیوں (کے سلسلہ) کو سیل بند کرنے والے ہیں	اور اللہ ہے	ہر چیز کا	جاننے والا

نوٹ۔1

آیت۔40۔ میں ان لوگوں کے خیال کا رد ہے جو اپنی رسم جاہلیت کے مطابق بی بی زینبؓ سے نبی ﷺ کے نکاح پر طعن کرتے تھے کہ بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس کے رد کے لئے یہ کہہ دینا کافی تھا۔ آپ ﷺ زیدؓ کے باپ نہیں ہیں، بلکہ ان کے باپ حارثہ ہیں۔ مگر اس میں تاکید کے لئے فرمایا کہ آپ ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے بھی باپ نہیں ہیں۔ تو جس کی کوئی اولاد نرینہ نہ ہو اس کو یہ طعن دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ بی بی خدیجہؓ سے قاسم، طیب اور طاہر جبکہ ماریہ قبطیہؓ سے ابراہیم پیدا ہوئے لیکن یہ سب بچپن میں ہی وفات پا گئے اور ان میں سے کوئی بھی رجال کی حد میں داخل نہیں ہوا۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نزول آیت کے وقت آپ ﷺ کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ قاسم، طیب اور طاہر کی وفات ہو گئی تھی اور ابراہیم ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اس وضاحت کے ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ گو آپ ﷺ کسی مرد کے نسبی باپ نہیں ہیں، لیکن ایک امت کے روحانی باپ ﷺ ہیں کیونکہ آپ ﷺ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ (معارف القرآن)

آج کل خاتم النبیین کے معنی و مفہوم کے متعلق کافی غلط فہمیاں پیدا کر دی گئی ہیں اور اچھے خاصے مخلص مسلمانوں کے ذہنوں میں بھی اس کے بارے میں مختلف تحفظات پائے جاتے ہیں۔ ایسے اصحاب کو ہمارا مشورہ ہے کہ وہ اس آیت کی تشریح میں مولانا مودودیؒ کا لکھا ہوا ضمیمہ تفہیم القرآن سے پڑھ لیں۔ پھر بھی تسلی نہ ہو تو مفتی محمد شفیعؒ کی کتاب ''ختم نبوت'' پڑھ لیں جس میں ایک سو آیات اور دو سو سے زائد احادیث ہیں۔ یوں ہی رجماً بالغیب کر کے وہ کسی کا کچھ نہیں بگاڑتے، صرف اپنی آخرت خراب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی امان میں رکھے۔ یہاں پر میں صرف دو باتیں ذہن نشین کروانا چاہتا ہوں۔

اولاً یہ کہ مختلف مسائل میں صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلاف رائے ہوتا تھا۔ اور خلیفہ وقت فیصلہ کرتا تھا کہ کس رائے پر عمل کیا جائے۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد کچھ قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ اس وقت ایک رائے یہ تھی کہ زکوٰۃ کا انکار کرنے سے یہ لوگ کافر ہو گئے اس لئے ان سے جنگ کی جائے دوسری رائے یہ تھی کہ حالات کی سنگینی کے پیش مصلحت سے کام لیا جائے اور جنگ نہ کی جائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ مسیلمہ کذاب کے مسئلہ میں بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مشاورت طلب کی تھی۔ اس وقت بلا استثناء تمام صحابہ کرامؓ کا متفقہ فیصلہ تھا کہ مسیلمہ کافر ہو گیا ہے اس لئے اس

سے جنگ کی جائے۔اس سے یہ بات سوا نیرے پر دمکتے ہوئے سورج کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ خاتم النبیین کے معنی اور مفہوم کے بارے میں کسی ایک بھی صحابی کے ذہن میں کوئی ابہام نہیں تھا۔

ثانیاً یہ کہ دورِ صحابہؓ کے صدیوں بعد اور آج سے صدیوں پہلے امام غزالیؒ نے اس آیت کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، اسے ہم معارف القرآن سے نقل کر رہے ہیں اور وہ ذہن کی آنکھ کھولنے کے لئے کافی ہے۔امام صاحب فرماتے ہیں کہ ’’اس آیت میں کسی تاویل یا تخصیص کی گنجائش نہیں ہے اور جو شخص تاویل کر کے اس میں کوئی تخصیص نکالے اس کا کلام ہذیان (یعنی کسی مخبوط الحواس کی بڑبڑاہٹ) کی قسم سے ہے اور یہ تاویل اس کو کافر کہنے سے نہیں روک سکتی کیونکہ وہ اس آیت کی تکذیب کر رہا ہے۔‘‘

آیت نمبر (8 تا 13)

ترجمہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا	اذْكُرُوا اللهَ	ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾	وَّسَبِّحُوْهُ	بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾
اے لوگو جو ایمان لائے	تم لوگ یاد کرو اللہ کو	جیسے کثرت سے یاد کرنے کا حق ہے	اور تسبیح کرو اس کی	صبح اور شام

هُوَ الَّذِيْ	يُصَلِّيْ	عَلَيْكُمْ	وَمَلٰٓئِكَتُهٗ	لِيُخْرِجَكُمْ	مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ط
وہ، وہ ہے جو	شفقت کرتا ہے	تم لوگوں پر	اور اس کے فرشتے (دعا کرتے ہیں)	تا کہ وہ نکالے تم لوگوں کو	اندھیروں سے نور کی طرف

وَكَانَ	بِالْمُؤْمِنِيْنَ	رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾	تَحِيَّتُهُمْ	يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ	سَلٰمٌ ج
اور وہ ہے	مومنوں پر	رحم کرنے والا	اور ان کی دعا	جس دن وہ ملیں گے اُس سے	سلام ہوگی

وَاَعَدَّ لَهُمْ	اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾	يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ	اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ	شَاهِدًا
اور اس نے تیار کیا ان کے لئے	ایک باعزت اجر	اے نبی	بیشک ہم نے بھیجا آپ ﷺ کو	گواہ ہوتے ہوئے

وَّمُبَشِّرًا	وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾	وَّدَاعِيًا	اِلَى اللهِ
اور بشارت دینے والا ہوتے ہوئے	اور خبردار کرنے والا ہوتے ہوئے	اور بلانے والا ہوتے ہوئے	اللہ کی طرف

بِاِذْنِهٖ	وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾	وَبَشِّرِ	الْمُؤْمِنِيْنَ	بِاَنَّ لَهُمْ
اس کی اجازت سے	اور روشن چراغ ہوتے ہوئے	اور آپ ﷺ بشارت دیں	مومنوں کو	کہ ان کے لئے

مِّنَ اللهِ	فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾	وَلَا تُطِعِ	الْكٰفِرِيْنَ
اللہ (کی طرف) سے	بڑا فضل ہے	اور آپ ﷺ کہنا مت مانیں	کافروں کا

وَالْمُنٰفِقِيْنَ	وَدَعْ	اَذٰىهُمْ	وَتَوَكَّلْ	عَلَى اللهِ ط	وَكَفٰى بِاللهِ	وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾
اور منافقوں کا	اور آپ ﷺ چھوڑ دیں	ان کے ستانے کو	اور آپ بھروسہ کریں	اللہ پر	اور اللہ کافی ہے	بطور کارساز کے

نوٹ۔1

آیت۔41۔42۔ میں مسلمانوں کو مخالفین کی محاذ آرائی کے مقابل میں ثابت قدم رہنے کی تدبیر یہ بتائی ہے کہ ان کے غوغا سے بے پرواہ ہو کر تم زیادہ سے زیادہ اللہ کا ذکر کرو۔ یہ امر واضح رہے کہ شیطان اور اس کے ذریات کے مقابل میں مومن کی اصلی سپر اللہ تعالیٰ کی یاد ہی ہے۔اس لئے ذکر تو سانس کی طرح ہر وقت مطلوب ہے۔(تدبر قرآن)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے بندوں کے سوا کوئی ایسا فرض عائد نہیں کیا جس کی کوئی حد مقرر نہ ہو۔نماز پانچ وقت کی اور ہر نماز کی رکعات متعین ہیں۔روزے ماہ رمضان کے مقرر ہیں۔حج بھی خاص مقام پر اعمال مقررہ کرنے کا نام ہے۔زکوٰۃ بھی سال میں ایک ہی مرتبہ فرض ہوتی ہے۔مگر ذکر اللہ ایسی عبادت ہے، نہ اس کے لئے طاہر اور باوضو ہونا شرط ہے۔ہر وقت اور ہر حال میں بکثرت ذکر اللہ کرنے کا حکم ہے۔اس کے علاوہ دوسری عبادات میں بیماری اور مجبوری کے حالات میں عبادت میں کمی یا معافی کی رخصتیں بھی ہیں مگر ذکر اللہ کے لئے اللہ نے کوئی شرط نہیں رکھی اس لئے اس کو ترک کرنے کے لئے کوئی عذر نہیں سنا جائے گا۔(معارف القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔45۔ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو گواہ بنا کر بھیجا گیا ہے۔بعض لوگ اس کو یہ معنی پہناتے ہیں کہ آپ ﷺ آخرت میں لوگوں کے اعمال پر گواہی دیں گے اور اس سے وہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ آپ ﷺ تمام لوگوں کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔ ورنہ بے دیکھے شہادت کیسے دیں گے،لیکن قرآن کی رو سے یہ تاویل بالکل غلط ہے،قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ اعمال پر شہادت قائم کرنے کے لئے اللہ نے ایک دوسرا انتظام فرمایا ہے۔ اس کے فرشتے ہر شخص کا نامہ اعمال تیار کر رہے ہیں۔(سورہ ق آیات۔17۔18۔ اور الکہف آیت۔۴۹) اور وہ لوگوں کے اعضاء سے بھی گواہی لے لے گا۔ (یٰسین 65 حٰم السجدہ۔20۔21) رہے انبیاء علیہم السلام تو ان کا کام بندوں کے اعمال پر گواہی دینا نہیں بلکہ اس بات پر گواہی دینا ہے کہ بندوں تک حق پہنچا دیا گیا تھا۔(المائدہ۔109۔117۔سورہ البقرہ۔143)اس کے علاوہ النحل کی آیت۔89۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز، نبی ﷺ کی شہادت اُس شہادت سے مختلف نہ ہوگی جسے ادا کرنے کے لئے ہر امت پر گواہی دینے والے گواہوں کو بلایا جائے گا۔ظاہر ہے کہ اگر یہ شہادت اعمال کی ہو تو ان سب کا حاضر و ناضر ہونا لازم آتا ہے۔اس کی تائید وہ احادیث بھی کرتی ہیں جن کی بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور امام احمد نے بہت سے صحابہ کرامؓ سے نقل کیا ہے جن کا مشترک مضمون یہ ہے کہ آپ ﷺ قیامت کے روز اپنے بعض اصحاب (یعنی امتی) کو دیکھیں گے کہ وہ لائے جا رہے ہیں۔مگر وہ آپؐ کی طرف آنے کے بجائے دوسرے رخ پر جا رہے ہوں گے یا دھکیلے جا رہے ہوں گے۔آپ ﷺ ان کو دیکھ کر عرض کریں گے خدایا یہ تو میرے صحابی (امتی) ہیں۔اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے بعد انہوں نے کیا کرتوت کئے ہیں۔یہ مضمون اتنے صحابہ سے اتنی کثیر سندوں کے ساتھ نقل ہوا ہے کہ صحت میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔(تفہیم القرآن)